

خلافت ارضی

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ [النور: ٥٥]

”جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے اللہ تعالیٰ نے اُن سے وعدہ کیا ہے کہ انھیں ضرور زمین میں حکومت دے گا جیسے اس نے ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی (داؤد اور سلیمان علیہما السلام اور بنی اسرائیل وغیرہ کو) اور جس دین کو اُن کے لیے پسند فرمایا ہے (یعنی اسلام کو) اس کو وہ اُن کے لیے مضبوط کر دے گا اور اُن کو جو (دشمنوں سے اس وقت) ڈر محسوس ہو رہا ہے اُس کو امن میں بدل دے گا۔ وہ میری بندگی کرتے رہیں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ جو شخص اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔“

شہادت حق کی راہ میں آزمائش اور اس پر ثابت قدمی

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ [البقرة: ۱۴۳]

نیز فرمایا:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا﴾ [الاحزاب: ۴۵، ۴۶]

یعنی حق و ہدایت کی جو شہادت اس شاہد صادق نے امت مرحومہ کو پہنچائی ہے، امت مرحومہ تمام نوع انسانی اور کرۂ ارضی میں اس کے اعلان و قیام کی ذمہ دار ٹھہری تاکہ جو روشنی اس سراج منیر سے حاصل کی ہے، اس سے تمام ارض الہی کو روشن کر دے۔ علمائے اسلام نے گزشتہ تیرہ صدیوں کے اندر کس طرح اس فرض شہادت کو انجام دیا ہے، اور دعوت و اعلان حق کی راہ میں کیسی کیسی قربانیاں اور سرفروشیاں کی ہیں؟ دنیا کی کسی قوم کی تاریخ حق پرستی کی ایسی مثالیں نہیں دکھلا سکتی جن سے علمائے اسلام کی تاریخ کا ہر باب وصف و روشن ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت و دہشت اور انسانی تاج و تخت کی کوئی ہیبت و سطوت بھی علمائے اسلام کے جذبہ اعلان حق پر غالب نہ آ سکی، اور دنیاوی خوف و طمع کا کوئی مظہر بھی انھیں اس راہ سے باز نہ رکھ سکا۔ دنیا میں راہ حق سے روکنے والی صرف دو ہی چیزیں ہیں، اور ساری آزمائشیں انھی میں مضمر ہیں۔ ایک خوف ہے، ایک طمع ہے۔ لیکن ان کے دلوں میں خوف تھا تو صرف اللہ کے جبروت و جلال کا، اور طمع تھی تو صرف اسی کی رضا و رحمت کی ﴿يَسْعَوْنَ رَبِّهِمْ خَوْفًا وَطَمَعًا﴾ پس نہ تو خوف کا حربہ در آ سکتا تھا، اور نہ طمع کی دلفریبی ان کے دل کو لبھا سکتی تھی۔

تَزُولُ الْجِبَالُ الرَّاسِيَّاتِ وَقُلُوبُهُمْ عَلَى الْعَهْدِ لَا يَلُودِي وَلَا يَتَغَيَّرُ

حضرات! وقت تھا کہ اسی سلسلے میں آپ کو علمائے اسلام کے ادائے فرض کے چند منظر دکھلاتا۔

آپ حضرت سید التابعتین سعید بن المسیب کو دیکھتے کہ حکام جور کے حکم سے ان کی پیٹھ پر درے لگائے جا رہے ہیں مگر ان کی زبان صدق بیان اعلان حق میں پہلے سے بھی زیادہ سرگرم ہو گئی ہے۔

آپ مدینہ کی گلیوں میں امام دارالہجرۃ حضرت مالک بن انس کو دیکھتے۔ ان کی مشکبیں اس زور سے کس دی گئی ہیں کہ دونوں بازو اکھڑ گئے ہیں اور اوپر سے پیہم تازیانے کی ضربیں پڑ رہی ہیں۔ اس عالم میں بھی جب زبان کھلتی ہے، تو اسی مسئلہ کا اعلان کرتے ہیں جس کو وہ حق سمجھتے تھے لیکن وقت کی حکومت اُس کے اعلان کو اپنے جبر و طاقت سے روکنا چاہتی تھی۔ یعنی مسئلہ طلاق مکہ کو۔ جب گورنر مدینہ نے تشہیر و تذلیل کے لیے اونٹ کی برہنہ پیٹھ پر سوار کر کے گشت کرایا تو ان کا یہ حال تھا کہ جب کبھی کوئی بازار یا مجمع سامنے آتا تو عین ضرب تازیانہ کے کی حالت میں کھڑے ہو جاتے، اور پکار کر کہتے

”من عرفنی فقد عرفنی ومن لم يعرفنی فانما مالک بن انس اقول ان طلاق المکره ليس بشيء۔“

فہرست

1	خلافت ارضی	جواہر پارے
2	شہادت حق کی راہ میں آزمائش	کلمۂ طیبہ
5	ایں چہ بو العجبی ست	اداریہ
7	مطالعہ سورۃ نور..... ①	علوم تفسیر
14	احکام ومسائل	احکام ومسائل
17	صحیحین میں غنائے جارتین..... ②	تحقیق و تنقید
21	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغفار حسن	تذکرہ علمائے اہل حدیث
24	خاندان عمر پور کے اہل علم واصحاب قلم	تذکرہ علمائے اہل حدیث
32	تبصرہ کتب	تبصرہ کتب
35	قرآنی رباعیات	شعر وادب
	(حافظ احمد شاکر)	
	(مولانا حافظ عبدالاعلیٰ)	
	(حافظ ثناء اللہ خان مدنی)	
	(ابوالبدر مولانا ارشاد الحق اثری)	
	(محمد سلیم چنیوٹی)	
	(حضرت مولانا عبدالغفار حسن)	
	(عبدالعزیز خالد)	

فریضہ شہادت

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللَّهِ ط وَ

مَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ [البقرة: ۱۴۰]

”اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جس

نے گواہی کو اللہ سے چھپا کر اپنے پاس رکھ لیا ہو

اور جو اعمال تم کرتے ہو ان سے وہ بے خبر نہیں۔“

حفاظت زبان و عصمت

سہل بن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ يَضْمَنُ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ

أَضْمَنُ لَهُ الْجَنَّةَ» [البخاری: ۶۴۷۴]

”جو شخص میرے لیے اپنے دو جڑوں کے درمیان

والی چیز یعنی زبان کے تحفظ کی ضمانت دے اور اپنی

ٹانگوں کے درمیان والی چیز یعنی شرمگاہ کی حفاظت کا

ضامن ہو جائے تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت

دیتا ہوں۔“

6/12 اپریل 2007ء..... (436)..... 17 ربیع الاول 1427ھ

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے ذریعے تم اس شخص کو پاسکو جو تم سے آگے نکل گیا ہو اور

بعد والوں سے تم بہت آگے نکل جاؤ اور کوئی شخص بھی ایسا بلند پایہ نیک عمل پیش نہ کر سکے گا جیسا کہ تم پیش کیا ہوگا: پھر

آپ ﷺ نے وہ عمل بتایا:

کہ تم ہر نماز کے بعد تسبیح (سبحان اللہ) تحمید (الحمد للہ) اور تکبیر (اللہ اکبر) دس دس دفعہ کہو۔

[بخاری: ۶۳۲۹]

ہم اگر عرض کریں گے

حافظ احمد شاہ

اداریہ

حالیہ عدالتی بحران نے سیاسی اور مذہبی جماعتوں اور ان کے قائدین کا سرعام یہ بھانڈا پھوڑ دیا ہے کہ کسی مذہبی اور سیاسی جماعت اور لیڈر کے پاس نہ کوئی پروگرام ہے اور نہ ہی کسی سیاسی جماعت کا کوئی مقصد! سوائے حصول اقتدار کے جس کا وہ جمہوریت کے نام پر نوحہ کیے جا رہے ہیں۔ کیوں کہ کوئی لیڈر اور عالم..... الا ماشاء اللہ..... مفادات و آسائش کا ہاتھ میں آیا بیڑا چھوڑنے کو تیار نہیں۔

بلوچستان کے مسئلہ پر ان لیڈروں نے ایک ہنگامہ بپا کیا تھا کہ ہم مستعفی ہو جائیں گے یہ ہو جائے گا اور وہ ہو جائے گا لیکن نتیجہ.....؟ وہی ڈھاک کے تین پات..... کہ اسی تنخواہ پر کام کر رہے ہیں۔

باجوڑ میں ظلم و بربریت کی انتہا ہو گئی، کہ اس سے پہلے بھی بعض اکا دکا ہولناک وارداتیں اور دل خراش واقعات وزیرستان وغیرہ میں ہو چکے تھے جس سے ظالموں کو ”حوصلہ“ مل چکا تھا لیکن باجوڑ کا قضیہ تو ایک قیامت تھی، جو غیور پاکستانی مسلمانوں پر عموماً اور اہل باجوڑ پر خصوصاً گزر گئی کہ ۸۰ کے لگ بھگ نو خیز کلیاں مرجھا گئیں، ماؤں کے کلیجے شق ہو گئے، بہنوں کے جگر پھلنی اور باپوں کی کمریں ٹوٹ گئیں لیکن ہوا کیا؟ صرف باجوڑ کے علاقے کے ایک M.N.A نے استعفیٰ دیا اسمبلیوں کے باقی علماء عہدوں کے عمائے سنبھالتے اور قبائوں میں مفادات سمیٹتے رہے۔

پھر ان وارانہ منبر و محراب نے نسواں بل پر دعویٰ کا غوغا خوب بپا کیا، نعروں کا ہنگامہ ہاؤ ہو بلند کیا عوام کی سکہ بند پارٹی یعنی پی پی پی نے تو کھل کر لادینیت یعنی حکومت کا ساتھ دے کر اپنے لبرل ہونے کا ثبوت دے دیا یا ”لاج“ رکھ لی لیکن اسلام کے نفاذ میں سعی پیہم کی دعویٰ جماعت نعرے بھی خوب لگاتی رہی اور دعوے بھی خوب کرتی رہی لیکن استعفیٰ.....؟

یادش بخیر قاصد کہنا یہ ان سے جا کر تم بھولنا نہ بھولے ہم بھولنا نہ سیکھے

کہ ان کو وعدے بھی بھول گئے اور دعوے بھی نہ یاد رہے

یعنی پنجابی کہاوت کے مطابق روٹھی بہو بھینس کی دم پکڑ کر سسرال کے گھر آ گئی اور کہے جا رہے تھے کہ مجھے تو یہ بھینس لے آئی ہے ورنہ.....! قرآن و سنت کے اس صریح متضاد بل پیش ہونے پر مجلس عمل کے علمائے کرام غیرت دینی میں بیک جنبش صرف اس لیے..... واقعات کی ظاہری شہادت کے مطابق..... استعفیٰ نہ دے سکے کہ ع کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ایسا نہ ہو جائے۔

اسلام کی ڈھنڈورچی لیگ یعنی مسلم لیگ نون کے ارکان بھی عین موقعہ پر ”اُرے پُرے“ ہو گئے کہ شاید کسی نے ان کو حافظ شیرازی کا یہ مشہور شعر سنا اور سمجھا دیا ہو گا کہ

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام با مسلمان اللہ اللہ، با برہمن رام رام

جس سے بعض با بصیرت لوگوں کے اس خیال کو تقویت ملی کہ یہ سب سیاسی جماعتیں اور لیڈر اقتدار کے لیے صرف اسی ایک در کے سوالی ہیں جس نے اسلام کو خواہ مخواہ اپنا حریف بنایا ہوا ہے جس کی مسلم دشمنی نے بے گناہ مسلمانوں کے کشتوں کے پشتے لگا دیے ہیں یہ بات اب کوئی ڈھکی چھپی بھی نہیں رہی اور نتیجتاً جس نے دنیا میں اس وقت مسلمانوں کا جینا محال کر رکھا ہے لیکن ہمارے یہ سیاسی و مذہبی لیڈر اسی در کی جہر سائی اور اسی کے حکم رانوں کے چرنوں میں بیٹھ کر اقتدار کے لیے کاسہ گدائی پھیلائے ہوئے ہیں۔

ان بزم خویش دین یا اسلام پسند جماعتوں کی غیرت نے اس وقت بھی جوش نہ مارا جب تلاش جمہوریت کی ہم سفر اور فراق جمہوریت کی ہم دردان کی

ظاہری حلیف پی۔ پی۔ پی نے کھلے بندوں اپنے لبرل ازم کی لاج رکھی اور نسواں بل کی منظوری میں کھلم کھلا حکومت کا یاں جرأت ساتھ دیا کہ لبرل ازم ان کی جماعت کے منشور کا حصہ ہے لیکن ہماری مذہبی و سیاسی جماعتوں کے قائدین اور ان کا دعویٰ اسلام اور وعدہ نفاذ دین بع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا کم از کم مجلس عمل کے اراکین اسمبلی اگر اس دن بیک جنبش اجتماعی استعفیٰ دے دیتے تو ملکی سیاست کا رخ یقیناً بدل جاتا۔

لیکن عدلیہ پر جب حملہ ہوا یعنی کہ چیف جسٹس آف پاکستان کو کمانڈر و صدر مملکت نے گھبرا کر جب غیر فعال کیا اور دوسرے دن اخبارات میں تفصیلات آئیں تو وطن عزیز کی عدلیہ کے بعض اراکین نے فوراً استعفیٰ دینے شروع کر دیے آہ! یہ بے چاری مجلس عمل اور اس کی ”دیٹی“ قیادت ے

کس مونہہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے ”اسلام“ باز اے روسیہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو۔

وطن عزیز کے تین قانون دانوں یعنی بڑے بڑے نامی گرامی و کلاء نے حکومت کے مقدمہ کی وکالت سے انکار کر دیا یہ قانون دان طبقہ جب قانون کے احترام اور تفوق کے لیے سڑکوں پر آگیا تو ان کا ایک واضح ہدف قانون کی برتری اور تفوق تھا۔ ان قانون دانوں کے اجتماع کو دیکھ کر یہ سیاسی زعماء بھی میدان میں شامل ہو گئے اور قانون دانوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر پھر بھی صرف اقتدار کی تبدیلی کے..... نفاذ اسلام کے نہیں..... نعرے لگاتے رہے جیسا کہ ان کی پٹاریوں میں کچھ بھی نہ ہو۔ ان کو ووٹ دینے اور ان کو اسلام کے خادم سمجھنے والوں کے ذہن میں ایک سوال بار بار اٹھتا ہے کہ یہ سیاسی و مذہبی جماعتیں اور ان کے لیڈر کیسے ہیں کہ نہ بلوچستان کے ہنگامہ پر ان کی غیرت جاگی نہ باجوڑ کے حادثہ فاجعہ پر ان کے دل کے تاروں میں کوئی جنبش ہوئی اور نہ ہی نسواں بل کے منظور ہونے پر ان کی دینی رگ حیمیت میں کوئی شعلہ لپکا اب جب ایک بامقصد اور متعین ہدف لے کر ایک دانش مند گروہ اور جماعت نے لاکھ لاکھ روپے تو اب یہ ان کی پچھلی صفوں سے داخل ہو کر اگلی صفوں میں نمایاں ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو اب اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے ے

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

وعافنا قبل ذلك

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے قرآن حکیم میں ارشاد کا مفہوم یہ ہے، فرمایا کہ ”توبہ کرنے اور عمل صالح اختیار کرنے والے کی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نہ صرف مغفرت فرمادیتا ہے بلکہ اس کے گناہوں کو بھی نیکیوں میں تبدیل فرمادیتا ہے۔“ وطن عزیز اس وقت جس گھمبیر صورت حال سے دوچار ہے ہماری سمجھ کے مطابق اس کا تقاضا بلکہ اس کا واحد حل صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم سب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اپنی دانستہ و نادانستہ غلطیوں، کوتاہیوں اور گناہوں کی معافی مانگیں، انفرادی و اجتماعی توبہ کریں تاکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ..... سورہ نوح میں آیت کے مفہوم کے مطابق جس کے عوض اللہ تعالیٰ..... ہم پر موسلا دھار بارش برسائے گا، ہمارے مال و اولاد میں برکت فرمادے گا، ہمارے کھیت لہلہا نہ لگیں گے، باغوں کو پھلوں سے لاد دے گا اور ہمارے وسائل میں لہر لہر پیدا فرمادے گا، واضح رہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی ذمہ داری..... کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ..... یعنی مرتبہ و حیثیت کے مطابق اس کے آگے گڑ گڑانا اور التجا کرنی چاہیے۔

مقام و مرتبہ کی نسبت سے سب سے پہلے صدر گرامی اگر اس عمل صالح کی ابتدا فرمائیں جو ان کے لیے اس وجہ سے کوئی زیادہ مشکل نہیں کہ وہ اگر صرف اپنے عسکری شعار..... ماٹو..... ہی کو اپنانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے صدق دل سے وعدہ فرمائیں تو وہی کافی ہے۔ اپنے سات سالہ عرصہ اقتدار کو سامنے رکھ کر اپنی کوتاہیوں و غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جائیں اور اس سے غیر مسلموں خصوصاً یہود و نصاریٰ کی دوستی سے توبہ کر لیں تو ممکن ہی نہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس سیدزادے کے عجز و انکسار اور سچی توبہ کو قبول نہ فرمائے بس ایک مرتبہ صدق دل سے اس کے حضور سجدہ ریز ہونے کی دیر ہے۔ ایسے ہی صدر مملکت اپنے تمام ذاتی غصوں اور ناراضگیوں کو ختم فرما کر اس حدیث شریف کے مطابق طاقتور بن جائیں جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ ”طاقتور وہ ہے جو غصہ پر قابو پالے۔“ اس لیے اگر کوئی مسلمان بہن بھائی ان سے ناراض ہے تو اس کو راضی کر لیں، اس کی حق تلفیوں کی تلافی کر دیں تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ بھی ان سے یقیناً خوش ہو جائے گا اور قوم بھی روز بروز کے انقلابوں اور چہروں کی تبدیلی کے آشوب سے نجات پا جائے گی۔ وگرنہ ہماری ملی کوتاہیوں اور غلطیوں کا نصاب اس درجہ تک پورا ہوتا نظر آ رہا ہے جس کے بعد بندے اللہ کے عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

اللهم لا تقتلنا بغضبك ولا تهلكنا بعذابك وعافنا قبل ذلك - اللهم لا تسلط علينا من لا يرحمنا -

اللهم لا تجعلنا بدعائك شقيا وكن بنا رؤفا رحيمًا -

مطالعہ سورۃ نور

مولانا حافظ عبدالاعلیٰ، خطیب بریڈ فورڈ (برطانیہ)

سورۃ النور مدنیۃ

سورۃ نور پارہ ۱۸ کی وہ عظیم الشان سورۃ ہے جس میں معاشرتی احکام نہایت وضاحت اور خوبی سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس کا نام اس کی آیت ۳۵ ﴿اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ سے ماخوذ ہے۔ اور اس کی معنوی مناسبت یہ ہے کہ اس سورۃ میں جو احکام بیان کیے گئے ہیں وہ نور ہی نور ہیں، نور ایمان کو جلا بخشنے والے، ہر قسم کی معصیت و تیرگی کو ختم کر کے اطاعت و عصمت کے راستوں کو روشن کر دینے والے، اور دنیا و آخرت میں مغفرت و نور ایمان سے منور کر دینے والے ہیں۔ نیز معصیت و منافقت کو جدا جدا کر دینے والے ہیں۔

اہمیت و فضیلت سورۃ نور

اگرچہ سارا قرآن اور اس میں نازل کیے جانے والے تمام احکام اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہیں لیکن اس سورۃ کے معاملے میں اس نے اہتمام خاص سے فرمایا:

﴿سُوْرَةُ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنٰهَا فِيْهَا اٰیٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [النور: ۱]

”یہ نہایت عظمت والی سورت ہے جس کو ہم نے نازل کیا اور اس کے احکام کو ہم نے فرض کیا ہے۔“

چوں کہ سورۃ نور سابق سورۃ مومنون کے مکملہ و تتمہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یعنی جس مضمون پر اس سورۃ کا اختتام ہوا اسی سے اس سورۃ کا آغاز ہوا اس وجہ سے بغیر کسی خاص تمہید کے محض ایک تنبیہ سے شروع ہو گئی ہے۔ حذف مبتدا اس بات کا قرینہ ہے کہ سامعین کی ساری توجہ کو خبر پر مرکوز کرنا ہے، جس سے اس سورۃ کی اہمیت و عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ اس

وجہ سے بغیر کسی خاص تمہید کے محض ایک تنبیہ سے شروع ہو گئی ہے۔ سورۃ نور کی اہمیت اس پہلو سے بھی روشن ہے کہ عورتوں کو سورۃ النور کی تعلیم دینے کی ہدایت کی گئی ہے، اگرچہ اس موضوع کی احادیث سنداً معلول ہیں لیکن درایتاً حکمت کی باتیں ضرور ہیں۔ کیوں کہ اس قسم کی سورتوں میں عفت و عصمت کے حوالہ سے بڑی جامع تعلیمات دی گئی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ عورتوں کے ساتھ ساتھ تمام مسلمان نوجوانوں کو سورۃ نور اور سورۃ احزاب کی تعلیم دی جانی چاہیے تاکہ اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیادیں سن شعور ہی سے راسخ ہو سکیں۔

اس سورۃ کا مرکزی مضمون مسلمان عورت کی عفت و عصمت ہے۔ جو خانگی زندگی کی جان ہے اور یہ بنیادی نکتہ ہے کہ اسلام نے معاشرہ کی بنیاد خاندان ہی کو قرار دیا ہے۔ اگر خاندان کا نظام صحیح اصولوں پر قائم ہو گیا تو سارے معاشرے کی اصلاح ہو جائے گی۔ اس سورۃ کا نزول غزوہ بنی المصطلق کے بعد ہوا جو شعبان ۶ ہجری میں پیش آیا۔ اس لحاظ سے یہ سورۃ، سورۃ احزاب کے کئی مہینے بعد نازل ہوئی۔

سورۃ نور کی سورۃ مومنون سے مناسبت و ربط

①..... یہ سورۃ اگرچہ مدنی ہے لیکن جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ اس کی حیثیت سورۃ مومنون کے مکملہ کی ہے۔ سورۃ مومنون کی آخری آیات میں فرمایا گیا تھا ”کیا تم سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے؟“ ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا﴾ [المؤمنون: ۱۱۵] سے مفہوم یہ پیدا ہوا تھا کہ خلق انسانی کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کو اس دنیا میں احکام الہیہ کا مکلف کیا جائے اور اس کی اطاعت یا مخالفت پر اس دنیا میں بھی جزا و سزا کا اجر ہو، تاکہ ایک صالح

معاشرہ تشکیل پائے۔ یہ سورۃ انہی احکام میں سے بعض اہم اجزاء کی تفصیل بیان کرتی ہے۔

②..... سابق سورۃ (سورۃ مومنون) کی پہلی گیارہ آیات میں حق تعالیٰ نے فوز و فلاح کے حق دار اہل ایمان کی جو صفات بیان کی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، اور اپنے شہوانی جذبات سے مغلوب ہو کر حق تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود و قیود کی خلاف ورزی نہیں کرتے بلکہ ان پر قابو رکھتے ہیں۔ سورۃ نور میں انہی صفات میں سے اس اہم صفت ”عفت و عصمت“ پر گفتگو کی گئی ہے۔ چوں کہ یہ پہلو مومن کی زندگی میں نہایت اہمیت رکھتا ہے بلکہ پورا ایک معاشرہ اس بنیاد پر تشکیل دیا گیا اس لیے اس موضوع کو بہت تفصیل سے واضح کرنا ضروری تھا۔ گویا یہ سورۃ سابقہ سورۃ کے ان اشاراتی احکامات کو تفصیل سے بیان کرتی ہے۔

③..... اگرچہ مدینہ منورہ میں اسلامی مملکت کے تشکیل پا جانے کے ابتدائی مرحلہ (۲ھ) ہی میں صنفی انتشار کو روکنے کے لیے سورۃ نساء [۱۶، ۱۵] میں اس سلسلہ کے ابتدائی احکام دیے گئے تھے کہ

﴿وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَاْمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّيَهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ۝ وَالَّذَانِ يَأْتِيَنِهَا مِنْكُمْ فَأَذَوْهُمَا فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا﴾ [النساء: ۱۵، ۱۶]

”تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں ان پر اپنے میں سے چار گواہ طلب کرو، اگر وہ گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں قید رکھو، یہاں تک کہ موت ان کی عمریں پوری کر دے، یا اللہ ان کے لیے کوئی اور راستہ نکالے۔ تم میں سے جو افراد ایسا کام کر لیں انھیں ایذا دو، اگر وہ توبہ اور اصلاح کر لیں تو ان سے تعرض نہ کرو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

چوں کہ اس وقت حالات حدود و تعزیرات کے نفاذ کے لیے سازگار نہیں ہوئے تھے۔ اور ساتھ ہی اشارہ کر دیا کہ اس باب میں قطعی احکام بعد میں نازل ہوں گے ﴿أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا﴾ چنانچہ اس سورۃ کے نزول سے ان کی تکمیل ہو گئی۔

سورۃ نور میں وقت کے خاص حالات کے مطابق اہل ایمان کو ان احکام و ہدایات سے آگاہ کیا گیا ہے۔ جو ان کے تشکیل معاشرے کو ایمان کے تقاضوں سے منور کرنے اور منافی ایمان مفاسد سے محفوظ رکھنے کے لیے ضروری تھے۔

منافقین کا کردار اور سورۃ نور کے احکامات کا پس منظر

جس زمانے میں یہ سورۃ نازل ہوئی تھی۔ وہ مسلمانوں کے لیے بڑا کٹھن دور تھا کیوں کہ مدینے اور اس کے گرد و نواح میں منافقین کی ریشہ دوانیاں بہت بڑھ چکی تھیں۔ وہ مسلمانوں کے اخلاق و کردار کی بلندی و عظمت پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ اس ضمن میں انھوں نے بہت خطرناک کارروائیاں کیں (جن کی تفصیل ابھی آیا چاہتی ہے) اللہ تعالیٰ نے بجائے اس کے کہ ان کو ترکی بہ ترکی جواب دیا جائے، خود مسلمانوں کے اخلاق کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی کہ ان رخنوں کو پورا کرو جو تمہارے اندر موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مطلقہ سے نبی ﷺ کے نکاح کے بعد سورۃ الاحزاب کے آخری چھ رکوع نازل ہوئے، اور واقعہ اقلک کے بعد سورۃ نور اترتی۔ اس پس منظر کو نگاہ میں رکھ کر ان دونوں سورتوں کا مطالعہ کیا جائے تو وہ حکمت اچھی طرح سمجھ میں آ جاتی ہے جو ان کے احکام میں پوشیدہ ہے۔

مضامین سورۃ کا اجمالی تعارف

ذیل میں ہم سورۃ نور میں بیان کردہ احکامات کا مختصر جائزہ لیتے ہیں تاکہ اس سورۃ کا بیان آسان ہو جائے۔

✽ سورۃ میں بیان شدہ احکام کی اہمیت، ✽ تنبیہات کی طرف توجہ کا حکم، ✽ زنا کی سزا، ✽ تنفیذ حدود اللہ میں مدافعت منافی ایمان ہے، ✽ دور جدید کا فلسفہ حمایت و تحفظ مجرمین منافقت کا شاخسانہ ہے،

حدودِ الہیہ کے نفاذ کی برکات۔ ایک مامون و محفوظ معاشرہ، فضیحت مجرماں نصیحت دیگر ایں یعنی تنفیذ حدود میں دوسروں کے لیے عبرت کا سبق، رحم کی سزا کا انکار اجماع امت کے خلاف ہے، زنا اور شرک کی باہمی مشابہت، معاشرہ کی ایمانی حس کو بیدار کرنے کی ضرورت، قذف کی شہادت اور سزا، لعان کا طریق کار اور سزا، قتلِ فلک ایک بڑی آزمائش تھی، واقعاً فلک منافقین کی شرارت کے باعث پیدا ہوا، شرمیں خیر کا پہلو، بانی فتنہ ابن ابی کی لیے عذاب کی نوید، ہر مسلمان حسن ظن کا مستحق ہے، الزام کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کی قید، سادگی کی وجہ سے افک میں ملوث ہونے والوں سے درگزر کرنے کی ہدایت، بھولی بھالی مومنہ خواتین پر یکچڑ اچھالنا سخت جرم ہے، خبیث اور طیب معاشرہ کی جداگانہ حیثیت، خبیث مردوں کے لیے خبیث عورتیں اور..... کسی کے گھر میں داخل ہونے کے آداب، اذن کی برکات، غض بصر کی ہدایت، گھروں کے اندر عورتوں کو اظہارِ زینت کے بارے میں تفصیلی ہدایات، اجتماعی توبہ کا حکم، نوجوانوں کے نکاح کی ترغیب، نکاح کی عدم مقدرت کا علاج، غلاموں کے لیے مکاتبت کی راہ، مکاتبت میں معاونت کی ترغیب، بے راہروی اور رنڈی بازی کے پیشے کی مذمت، اللہ کے نور کی لطافت و ضرورت، ایمان کی روشنی صالح فطرت کو ملتی ہے، مساجد کی اہمیت و فضیلت، کفر و اہل کفر کے ظاہر و باطن کی تمثیل، کائنات کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کہتی اور عبادت کرتی ہے، اللہ و رسول کی تابعداری کا حکم، یارانِ نبی کے لیے خلافت ارضی کا وعدہ، خلافت راشدہ کی حقانیت کا قرآنی ثبوت، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو خدائی اہتمام قرار دیتے تھے، پردے کے وہ تین اوقات جن میں نابالغ بچوں کو بھی اجازت لیے بغیر خلوت میں جانے کی اجازت نہیں، بوڑھی عورتوں کے لیے اظہارِ زینت کی نرمی، معذور لوگوں کے لیے خورد و نوش کی اجازت، ان رشتوں کا ذکر جن

کے ہاں سے آدمی کو بلا اجازت کھانی لینا چاہیے، رسول اللہ ﷺ کے ادب کا معیار اور نبی اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کی ممانعت، خاتمہ سورۃ۔ ارض و سماء کی ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے۔

مضامین سورۃ کا تفصیلی تجزیہ

اب ہم اللہ کی توفیق سے سورۃ نور کے مضامین کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

﴿سُورَةُ النُّورِ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَأَنْزَلْنَا فِيهَا الْيُسُورَ لَعَلَّكُمْ تُذَكَّرُونَ ۝ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَلَيْْسَ لَهُمَا عَذَابٌ مِّمَّا تَصِفُّونَ ۚ الْزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانًا أَوْ مُشْرِكًا ۚ وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكَةٌ ۚ وَحَرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ [النور: ۱-۳]

”یہ ایک عظمت والی سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا اور اس کے احکام کو ہم نے فرض کیا ہے۔ اور ہم نے اس میں روشن آیتیں نازل کی ہیں کہ تم دھیان دو۔ بدکار مرد اور عورت ہر ایک کے سوسو کوڑے لگاؤ۔ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ پر اور آخرت کے دن پر۔ اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مومنوں کا ایک گروہ موجود ہو۔ زانی مرد نکاح نہ کرے مگر بدکار عورت کے ساتھ یا مشرک عورت کے ساتھ، اور بدکار عورت نکاح نہ کرے مگر بدکار مرد کے ساتھ یا مشرک مرد کے ساتھ۔ کیوں کہ یہ کام ایمان والوں پر حرام کیا جا چکا ہے۔“

جرم زنا کی سزا بیان ہوئی کہ زانی مرد و عورت میں سے ہر ایک کو سوسو کوڑے مارے جائیں اور اللہ کی حدود کے نفاذ میں کسی قسم کی نرم دلی کا مظاہرہ نہ کیا جائے کیوں کہ تم اللہ سے زیادہ حلیم نہیں ہو۔ نیز یہ سزا ہر عام دی جائے، کیوں کہ اسلامی تعزیرات سے مقصد دوسروں کو عبرت دلانا بھی ہے۔

مجرمین کی حمایت کا شیطانی فلسفہ

اس دور میں اس بات کو ایک فلسفہ کا روپ دیا جا چکا ہے کہ مجرم پیشہ لوگ کسی ذہنی بیماری کی وجہ سے اس قسم کے جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لہذا انھیں سخت سزائیں دینے کی بجائے انھیں تربیت دی جائے اور انھیں اصلاح کا موقع ملنا چاہیے۔ اس شیطانی فلسفے کی وجہ سے آزاد معاشرے زنا کاری اور بدمعاشی کے گڑھ بن چکے ہیں۔ کسی شریف آدمی کی جان و مال یا عزت محفوظ نہیں رہی اور یہ فلسفہ آج یورپی قوانین کی بنیاد ہے۔

اسلامی حدود کو وحشیانہ کہنے والے منافق ہیں

دوسری بات یہ بھی محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اسلام دشمنوں کے ساتھ ساتھ کچھ منافق مسلمان بھی اسلامی حدود کے اجراء کو وحشیانہ سزائیں کہیں گے۔ ان بدکاروں کے نزدیک گویا اللہ تعالیٰ جس نے انھیں اپنی حدود قرار دیا ہے، وہ عادل نہیں ہے۔ ان کے دلوں میں ان مجرموں، انسان نما ان درندوں، چوروں ڈاکوؤں، ہنگاموں، قاتلوں کے لیے تو رافت و رحمت ہے لیکن ان درندوں کے ہاتھوں تباہ ہونے والے لاکھوں گھرانے، یتیم بچے بیوہ عورتیں مستحق رحم نہیں ہیں۔ ان کے دکھوں کا کوئی مداوا نہیں ہو سکتا، چوروں زانیوں، ڈاکوؤں اور جرم پیشہ لوگوں کے ساتھ ان منافقوں کے جذبہ رافت و رحمت کا یہ حال ہے۔ کیا یہ لوگ خالق کائنات اور رب رحمن و رحیم سے بھی زیادہ مہربان بن گئے ہیں کہ ان کا ہاتھ کاٹنے اور ان کو کوڑے مارنے کے تصور ہی سے ان کی جان نکلتی ہے لیکن ان مجرموں کے ہاتھوں برباد ہونے والے خاندانوں کی مظلومیت پر انھیں کوئی ترس نہیں آتا۔

اسلامی حدود کے اجراء سے پہلو تہی کرنے والوں کی غفلت کے باعث امن و امان اور حفظ مال و جان، یا چادر و چادر یواری کے تقدس کی پامالی کا عالم یہ ہے کہ آئے دن بلا مبالغہ ہزاروں جانیں اور آبروائیں نہایت بے دردی اور بے رحمی سے غنڈوں اور بدمعاشوں، وڈیروں اور

جرم زنا کی سزا اس قدر سخت ہونے کی وجہ؟

دیگر جرائم کی نسبت زنا کو بہت شدت کے ساتھ فوجداری جرم قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ معاشرے کے انتشار و فساد میں سب سے زیادہ دخل اسی فعل بد کو ہے۔ جیسا کہ ہم شروع میں ذکر کر آئے ہیں کہ معاشرے کے استحکام کا انحصار رحمی رشتوں کی پاکیزگی اور اس کے ہر قسم کے اختلال و فساد سے محفوظ ہونے پر ہے۔ زنا اس رشتہ کی پاکیزگی کو ختم کر کے صنفی انتشار میں ڈال دیتا ہے جس کا نتیجہ بالآخر یہ ہوتا ہے کہ پورا معاشرہ ایک پاکیزہ معاشرہ کی بجائے دھور ڈنگروں کا ایک گلہ بن کر رہ جاتا ہے۔ یہ اختلال و انتشار چوں کہ صالح تمدن کی بنیاد کو کھا ڈینے والا ہے۔ اسی لیے عورت اور مرد کا ایسا آزادانہ تعلق ہر زمانے میں ایک سخت عیب، ایک بڑی بد اخلاقی اور مذہبی اصطلاح میں ایک شدید گناہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ اسی لیے ہر زمانے میں اس گناہ کو برا جاننے کے ساتھ ساتھ اس کے سد باب کے لیے مکمل قانونی و اخلاقی تدابیر بھی اختیار کی گئی ہیں۔ البتہ اسلام کے قانون اور دیگر قوانین کے درمیان مابہ الامتياز چیز سابقہ شریعتوں کی طرح اسلام میں بھی اس جرم کی سزا جرم یا کوڑے ہے۔

تعفیہ حدود اللہ میں مداخلت ممنوع ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اللہ کے دین کے بارے میں ان زانیوں کو سزا دینے کے سلسلے میں کوئی نرمی تمہیں دامن گیر نہ ہونے پائے۔“

یہاں دین سے مراد اجراء حد زنا ہے۔ اس سے بھی اس جرم کی شاعت اور اس پر سزا کے ترتیب کی اہمیت سمجھ آ جاتی ہے کہ حدود اللہ کا اجراء عین دین ہے۔ اسے وحشیانہ کہنے والے بے دین اور منافق ہیں، اللہ کے باغی ہیں۔ دین ربانی سے باہر ہیں۔ جو حکمران ان حدود اللہ کا اجرا نہیں کرتے وہ دائرہ اسلام سے باہر ہیں، ظالم اور فاسق ہیں۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ..... وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ..... وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ

جاگیرداروں کے ہاتھوں برباد ہوتی ہیں۔ چوں کہ اسلامی حدود کا قانون نہیں ہے اس لیے چار دن اخبارات میں شور مچتا ہے پھر ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ حالانکہ اگر اس قسم کے منافق لوگ اس معاشرہ کو دیکھ لیں جہاں یہ حدود اللہ جاری و ساری ہیں۔ وہاں جرائم نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ صرف اسلامی حدود و تعزیرات کے نفاذ کی برکت سے، سعودی عرب پچھلے پچاس سال سے ساری دنیا میں امن و امان کے لحاظ سے ایک مثالی ملک شمار ہو رہا ہے۔ افغانستان میں طالبان نے انھی حدود اللہ کے اجرا کی برکت سے پورے ملک کو امن و امان کا گہوارا بنا دیا تھا جسے وقت کے فرعونوں نے منافق پڑوسی مسلمان حکمران کی مدد سے پھر سے مملکت نفاق بنا ڈالا ہے۔ قاتلہم اللہ ولعنہم اللہ

اس لیے حدود اللہ کی پامالی پر جو سزائیں اللہ ارحم الراحمین نے تجویز کی ہیں۔ انھیں پبلک میں مسلمانوں کی ایک جماعت کی موجودگی میں دیے جانے کی ہدایت کی ہے تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت ہو۔ اگر جیلوں کی کوشٹریوں میں چپ چاپ جاتے دے دی جائیں تو ان کی یہ مصلحت فوت ہو جاتی ہے۔

زانیہ سے مومن کے نکاح کی ممانعت

﴿الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ [النور: ۳]

”مسلمان کے لیے کسی زانیہ یا مشرک سے اور کسی مومنہ کے لیے کسی زانی یا مشرک سے نکاح ممنوع ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بدکار عورتوں سے نکاح کرنا مسلمانوں پر حرام ہے۔ سورۃ النساء کی آیت ۲۵ میں نکاح کے لائق عورتوں کا ذکر ہوا کہ وہ پاک دامن ہوں، علانیہ زانیہ یا چوری چھپے دوستیاں لگانے والی نہ ہوں ﴿مُحْصَنَاتٍ غَيْرِ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ﴾ [النساء: ۲۵] یعنی مسلمانوں کو جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہیے ان میں یہ تینوں اوصاف ہونے چاہئیں، وہ پاک دامن

ہوں، بدکار نہ ہوں اور نہ چوری چھپے دوستیاں لگانے والی ہوں۔ یہی تینوں وصف مردوں میں بھی ہونے چاہئیں۔

امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک نیک اور پاک دامن مسلمان کا نکاح بدکار عورت سے صحیح نہیں ہے جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ اسی طرح مومنہ عورتوں کا نکاح زانی مرد سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔ جب ایک شخص نے نبی ﷺ سے ام مہرزل نامی ایک بدکار عورت سے نکاح کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ ترمذی میں مرشد بن ابومرشد نے اسلام لانے سے پہلے کی اپنی محبوبہ عناق نامی ایک فاحشہ عورت سے نکاح کی اجازت طلب کی تو نبی ﷺ نے اس کی اجازت نہ دی اور فرمایا: ”مرشد زانیہ عورت سے نکاح صرف زانی یا مشرک ہی کر سکتا ہے۔“

زانی اور مشرک ایک ساتھ کیوں؟

ان دونوں میں ایک وصف مشترک ہے یعنی دونوں ہر جائی ہیں۔ ایک زانی کو یا زانیہ کو ایک گھر میں تسکین نہیں ہوتی۔ اسی طرح ایک مشرک کو بھی ایک رب کے سامنے جھکنے سے تسکین نہیں ہوتی۔ وہ اپنے پاس ہر آنے والے سے کہتی ہے ”میں تیری بھی ہوں“ اسی طرح مشرک بھی ہر جگہ جھکتا ہے اور کہتا ہے ”میں تیرا بھی ہوں“ جب کہ عقیقہ صرف اپنے شوہر کی ہوتی ہے اور موحد اپنے رب سے کہتا ہے میں صرف تیرا ہی ہوں ﴿إِنَّا نَعْبُدُ وَإِنَّا نَسْتَعِينُ﴾ [الفاتحہ: ۴] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مشرک اور زانی، مشرک اور زانیہ کو ایک ہی صنف میں شمار کیا ہے اور موحدین اور پاک دامن لوگوں کو ایک طرف میں

﴿الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ۚ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۚ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ [النور: ۲۶]

تذف کی سزا، قانون شہادت اور اس کی حکمت

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۚ وَ

أُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ مُّۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
وَاصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٥٠٤﴾ [النور: ٥٠٤]

”اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی (۸۰) کوڑے مارو۔ اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔ یہی لوگ خود فاسق ہیں۔ ہاں جو لوگ اس کے بعد توبہ اور اصلاح کر لیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔“

اس حکم کا منشا یہ ہے کہ معاشرے میں لوگوں کی آشنائیوں اور ناجائز تعلقات کے چرچے قطعی طور پر بند کر دیے جائیں۔ کیوں کہ اس سے بے شمار برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور ان میں سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ اس طرح غیر محسوس طریقے پر ایک عام زنا کارانہ ماحول بنتا چلا جاتا ہے۔ ایک شخص کسی کے صحیح یا غلط گندے تعلقات کی کہانیاں دوسروں کے سامنے بیان کرتا ہے اور دوسرے اسے نمک مرچ لگا کر اور لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ اور ساتھ مزید لوگوں کے متعلق بھی اپنی معلومات یا بدگمانیاں بیان کر دیتے ہیں۔ اس طرح شہوانی جذبات کی ایک روچل پڑتی ہے اور برے میلانات والے مردوں اور عورتوں کو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ معاشرے میں کہاں کہاں ان کے لیے قسمت آزمائی کے مواقع موجود ہیں۔

شریعت اس چیز کا سد باب پہلے ہی قدم پر کر دینا چاہتی ہے۔ ایک طرف تو وہ حکم دیتی ہے کہ زانی کو مکمل ثبوت کے فراہم ہو جانے کے بعد انتہائی سزا دو، تاکہ بدکاری کی مکمل حوصلہ شکنی ہو، اور دوسری طرف زنا کا الزام لگانے والے پھر اس کے چار گواہ پیش نہ کرنے والے کو اسی کوڑے مارو، تاکہ آئندہ کبھی وہ اپنی زبان سے ایسی بات بلا ثبوت نکالنے کی جرأت نہ کرے۔ بالفرض اگر الزام لگانے والے نے کسی کو اپنی آنکھوں سے بھی بدکاری کرتے دیکھ لیا ہو، تب بھی اسے خاموش رہنا چاہیے اور دوسروں تک نہ پہنچانا چاہیے تاکہ گندگی جہاں ہے وہیں پڑی رہے، آگے نہ پھیل سکے۔ البتہ اگر اس کے پاس گواہ موجود ہیں تو

معاشرے میں بیہودہ چرچے کرنے کی بجائے معاملہ حکام کے پاس لے جائے اور عدالت سے مجرم کو سزا دلوا دے۔

یہاں تہمت سے مراد قذف ہے دیگر نوعیت کی تہمتوں کی سزا قاضی خود تجویز کر سکتا ہے۔

لعان کا قانون اور سبب نزول

اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور اپنے الزام کو ثابت کرنے کے لیے شریعت کی مطلوبہ شہادت پیش نہ کر سکے تو اس کا فیصلہ فریقین کی قسم سے ہوگا۔ اس قسم کے طریق کار کی وضاحت یہاں کی جا رہی ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَكَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعٌ شَهَدٌ بِاللّٰهِ لَا اِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنْ لَّعَنَتِ اللّٰهُ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَيَدْرُوْا عَنّٰهَا الْعَذَابُ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهَدٍ بِاللّٰهِ لَا اِنَّهُ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنْ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْنٰكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝﴾

”جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے بیان کے سوا گواہ نہ ہوں، تو ایسے کسی کی گواہی یہ ہے کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ سچا ہے۔ اور پانچویں بار یوں کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو۔ اور عورت سے سزا اس طرح دور ہو جائے گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اس کا مرد جھوٹا ہے۔ اور پانچویں دفعہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر مرد سچا ہو۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تمہارا پردہ کھول دیتا، اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور حکمت والا ہے۔“ [النور: ۶-۱۰]

حد قذف کا حکم جب نازل ہوا تو لوگوں میں سوال پیدا ہو گیا کہ غیر مرد اور عورت کی بدچلنی دیکھ کر تو شاید آدمی صبر کر لے۔ لیکن اگر وہ خود

مرکزی جمعیت اہل حدیث لاہور کے زیر اہتمام

ضلعی اہل حدیث کانفرنس

بمقام: بٹی چوک، مرکز اہل حدیث ۱۰۶/۱۱ راوی روڈ۔ لاہور

بتاریخ: ۱۴/۱۱ اپریل ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب

زیر صدارت: رانا محمد نصر اللہ خان، امیر جمعیت لاہور

مقررین: پروفیسر ساجد میر، امیر مرکزیہ، حافظ عبدالکریم ناظم

اعلیٰ مرکزیہ، مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی، قاری عبدالوکیل صدیقی،

مولانا منظور احمد خطاب کریں گے۔

حافظ محمد اشرف قمر، ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث لاہور۔ فون: 0300-4101107

اعلان

مولانا حاجی عنایت اللہ ربانی صاحب (خطیب کھڈیاں ضلع

قصور) کی ایک ٹریفک حادثے میں پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔

احباب دعائے صحت فرمائیں۔ [الہوالاتشام حمزہ طور، گوجراں والا]

اپنی بیوی کی بدچلنی دیکھ لے تو کیا کرے؟ قتل کرے تو سزا پائے، گواہ ڈھونڈنے جائے تو مجرم فرار ہو جائے۔ صبر کرے تو کیوں کر، طلاق دے تو عورت کو سزا ملی نہ اس کے آشنا کو، اور اگر اسے ناجائز حمل ہو تو غیر کا بچہ الگ سے گلے پڑا۔ ابتداً تو یہ سوال صرف ذہنوں میں پیدا ہوتے تھے۔ لیکن کچھ ہی مدت بعد عملاً ایسے مقدمات پیش ہو گئے۔ مثلاً حضرت عویر عجلائی اور حضرت ہلال بن امیہ نے اپنے گھر کی جب یہ صورت حال پیش کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کر دیا۔

اس صورت میں میاں بیوی کے درمیان مستقلاً جدائی کر دی جائے گی۔ پھر وہ کسی بھی شکل میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ مرد کو حق مہر واپس نہیں ملے گا۔ اگر حمل ہو تو بچہ ماں کی طرف منسوب ہوگا اور اسی کے مال کا وارث ہوگا باپ کا ہرگز نہیں۔ لیکن اگر عورت قسمیں کھانے کی بجائے خاموش رہے تو اس پر رحم کی سزا جاری کر دی جائے گی۔ اگر مرد جھوٹ کا اقرار کرے تو اس پر حد قذف جاری کی جائے گی۔ [جاری ہے]



حکایتِ محمدیہ (۱۸۹۱ء تا ۱۸۹۶ء) کے محققانہ قلم سے مرزائیت کی تاریخ کئی کے لیے علماء اہل حدیث کے کارہائے نمایاں پر مشتمل اس تاریخی دستاویز کا مطالعہ کیجئے۔

- تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کی ایمان افروز تفصیلات
- مجاہدین ختم نبوت کی جدوجہد کی روح پروردستان
- بانیان تحریک ختم نبوت کون تھے؟
- سب سے پہلا متفقہ فتویٰ تکفیر کس نے مرتب کیا؟

تحریک ختم نبوت

جلد اول (۱۸۹۱ء تا ۱۸۹۶ء)
جلد دوم (۱۸۹۷ء تا ۱۹۰۵ء)
جلد سوم (۱۹۰۶ء تا ۱۹۱۲ء)

اعلیٰ طباعت

بہترین امپورٹڈ کاغذ

نہایت مناسب قیمت

Ph: 042-7351124, 7230585
Email: qadusia@brain.net.pk

www.QUDDUSIA.com

مکتبہ قدوسیہ



- ①..... کیا طواف وداع میں سعی نہیں ہوتی؟
 ②..... نیت احرام کے دو نفلوں کا جواز؟
 ③..... کیا نمازِ عشاء میں پہلے دو یا چار رکعت سنت ہیں؟
 ④..... جماعت کی صفوں کے پیچھے اکیلے کی نماز کا جواز؟
 ⑤..... نماز قصر کتنے دن اور کتنا سفر؟
 ⑥..... اسرار اور معراج

حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خان مدنی صاحب

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کا ”الاعتصام“ کے ساتھ لوجہ اللہ تعلق ہے جس بنا پر وہ الاعتصام کو افادات سے مستفید فرماتے اور قارئین کی دینی راہ نمائی فرماتے ہیں۔ مخدومنا اختر م حافظ ثناء اللہ مدنی رحمہ اللہ دنیا بھر کی بعض نہایت اہم ان دینی کمیٹیوں اور مجلسوں کے رکن ہیں جو مسلمانوں اور امت مسلمہ کو پیش آمدہ مسائل پر غور و فکر کرتی ہیں یہ اہم دینی اور شرعی ذمہ داری ادا کرنے کی خاطر حافظ صاحب رحمہ اللہ کو کچھ عرصہ سے غیر ملکی سفر کرنے پڑتے ہیں۔ الاعتصام کے جو بعض شمارے ان کے فیض سے محروم ہوتے ہیں اس کی وجہ ان کے غیر ملکی سفر ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حج کرنے کے لیے نکلے۔ مسجد والخلیفہ میں دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد حج کا احرام باندھا۔ [ابوداؤد کتاب الحج باب وقت الاحرام: ۱۷۷۰ - احمد، ج: ۱، ص: ۲۶۰]

تجلیات نبوت (مؤلف و تخریج مولانا صفی الرحمن مبارکپوری) میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ اعلان کرنے پر مدینہ میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ [مسلم: ۱/ ۴۹۴] ہفتہ کے دن ۲۶ ذوالقعدہ [فتح الباری: ۸/ ۱۰۴] ظہر کی نماز کے بعد چل کر عصر سے پہلے ذوالخلیفہ پہنچ کر دو رکعت عصر پڑھی پھر وہیں رات گزاری۔ [بخاری: ۱۵۴۸، ۱۵۴۶] صبح ہونے پر فرمایا کہ آج رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والے نے کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھو اور کہو کہ حج میں عمر ہے۔ [بخاری: ۱۵۳۴، ۲۳۳۷، ۷۳۴۳]

معلوم ہوتا ہے کہ اسی روایت سے اخذ کیا گیا ہے کہ احرام کی نیت سے دو نفل ادا کیے جائیں مگر بعض علمائے کرام (پاکستانی و سعودی) سے معلوم ہوا کہ احرام کی نیت سے دو نفل سنت نہیں یعنی صراحتاً اس کا ذکر نہیں ملتا بلکہ اس روایت میں بھی ایسا نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ فرشتے نے صبح

اپنی کوتاہ علمی کی وجہ سے علمائے کرام کی تصانیف و تالیفات سے دینی مسائل کا حل تلاش کرتا ہوں ان کی کسی بھی علمی تحقیق کو مکمل نظر ٹھہرانے سے احتراز ضرور ہے مگر بوجہ اطمینان قلب کے لیے طرزِ ابراہیمی علیہ السلام و عزیر علیہ السلام اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہوں تاکہ ایک پختہ مرجع طریق کی راہ نمائی ہو جائے۔

جن کتابوں سے چند مسائل اخذ کیے ہیں درج ذیل ہیں امید کامل ہے کہ آپ بہ مطابق قرآن و سنت راہ نمائی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

کتاب تعلیم الاسلام (مؤلف مولانا عبدالسلام بستوی)

سوال: کیا طواف وداع میں سعی نہیں ہوتی؟ کتاب صفحہ ۸۰۲ پر ہے کہ طواف وداع آفاقی پر واجب ہے مکی پر نہیں۔ اس طواف میں رمل اور اضطباع نہیں اور نہ ہی اس کے بعد سعی ہوتی ہے۔

جواب: طواف وداع کے بارے میں مولانا بستوی مرحوم رحمہ اللہ نے جو فرمایا ہے درست ہے۔

سوال: نیت احرام کے دو نفلوں کا جواز؟ کتاب جلد اول ص: ۱۹ میں ہے کہ اگر نماز کا وقت نہیں تو احرام کی نیت سے دو نفل پڑھو۔

کی نماز کا اشارہ دیا ہو کہ بجائے مسجد کے اسی مبارک وادی میں ادا کر لیں اور پھر احرام باندھیں۔ چنانچہ بخاری کے ابواب ”من بات بدی الحلیفۃ حتی اصبیح، رفع الصوت بالاھلال اور التلبیۃ“ کی روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ صبح کی نماز کے بعد اونٹنی پر سوار ہو کر احرام باندھ کر تلبیہ پکارتے۔ آپ ﷺ نے زندگی میں کئی دفعہ احرام باندھا تو ان کے متعلق صراحۃً حکم یا عمل نہیں ملتا کہ نیت احرام کے دو نفل ادا کیے جائیں۔ وضاحت فرمادیں کہ کس حوالے سے اسے سنت تصور کیا جاسکتا ہے؟

جواب: احرام کی نیت سے دو نفل نبی ﷺ سے ثابت نہیں۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”ولم ینقل عنہ ﷺ انه صلی للاحرام رکعتین غیر

فرض الظہر۔“ [زاد المعاد: ۱۰۷/۲]

”نبی ﷺ سے منقول نہیں کہ آپ ﷺ نے احرام کی نیت سے دو رکعتیں پڑھی ہوں سوائے ظہر کے فرض کے۔“

اور سنن ابوداؤد کی روایت میں جو یہ الفاظ ہیں فلما صلی فی مسجدہ بدی الحلیفۃ رکعتین ”جب آپ ﷺ نے ذوالحلیفہ کی مسجد میں دو رکعتیں ادا کیں“ سے مراد ظہر کی قصر نماز ہے اور مولانا کی تشریح بہ نیت نماز احرام محل نظر ہے۔ بوقت احرام جس نماز کا ذکر ہے وہ ظہر کی نماز ہے۔ جس طرح کہ طرق حدیث میں اس امر کی تصریح موجود ہے۔

سوال: تعلیم الاسلام جلد اول ص: ۲۹۱ پر لکھا ہے کہ نماز عشاء میں پہلے دو یا چار رکعت سنت ہیں (حوالہ نہیں دیا) کیا یہ صحیح ہے اور کس حوالے سے؟

جواب: اس بارے میں کوئی صحیح حدیث میری نظر سے نہیں گزری۔

سوال: جماعت کی صفوں کے پیچھے اکیلے کی نماز کا جواز؟
تعلیم الاسلام ص: ۴۰۰ پر لکھا ہے کہ اے تنہا نماز پڑھنے والے تو

صف میں کیوں داخل نہیں ہو گیا یا صف میں سے کسی کو کھینچ کر کیوں نہیں لایا؟ تو اپنی نماز لوٹا دے۔ [ابو یعلیٰ المجمع، ج: ۲، ص: ۹۲] ایک کتاب ”نماز نبوی“ مرتبہ ڈاکٹر شفیق الرحمن کے صفحہ ۱۲۹ پر لکھا ہے کہ اگر صف میں جگہ ہے تو پیچھے اکیلے کی نماز نہیں ہوتی اور اگر صف میں جگہ نہیں ہے تو یہ اضطراری کیفیت ہوگی۔ ایسی صورت میں اکیلے ہی کھڑا ہو جانا چاہیے۔ کیوں کہ اگلی صف میں سے کسی کو پیچھے کھینچنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ امام مالک، احمد، اوزاعی، اسحاق اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مذہب ہے کہ صف سے آدمی نہ کھینچا جائے۔ البتہ ایک امام اور ایک مقتدی والے مسئلے پر قیاس کر کے اس کا جواز ہو سکتا ہے۔ میرے دریافت کرنے پر ایک عالم نے وضاحت یوں کی کہ اگلی صف سے کھینچنے سے صف بندی میں خلل پڑتا ہے۔ اس توجیہ سے اطمینان نہیں ہوا کہ جب کبھی کسی امام یا مقتدی کا وضو فسخ ہو جائے تو اسے امامت سے ہٹا اور پچھلے مقتدی کو امام بنانا ہوتا ہے اور وضو فسخ ہونے والے مقتدی کو متعدد صفوں میں سے پیچھے نکلنا ہوگا۔ لامحالہ کچھ خلل تو ہوگا پھر مل جانے سے معمولی خلل دور ہو جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس پیچھے کھینچنے گئے نمازی کی جگہ باسانی پر ہو سکتی ہے۔ مقابلتاً اکیلے کی نماز نہیں ہوتی۔

ثانیاً: یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے ایک اکیلے نمازی کو نماز لوٹانے کا حکم دیا تو کیا صف میں جگہ باقی تھی یا نہیں۔ پھر متذکرہ بالا شروع کی روایت میں پیچھے کھینچنے کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ صحیح طریقہ کیا ہونا چاہیے؟

جواب: ایسے شخص کو چاہیے کہ صف میں دائیں بائیں کھڑا ہونے کی جگہ تلاش کرے بصورت دیگر امام کی دائیں جانب کھڑا ہو یہ بھی ناممکن ہو تو صف سے آدمی کھینچ لے اگرچہ حدیث ضعیف ہے لیکن ابن عباس کا نبی ﷺ کے ساتھ نماز تہجد والی روایت سے اتنی سی حرکت کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں تفصیلی بحث الاعتصام میں پہلے چھپ چکی ہے مراجعت فرمائیں۔

جواب: یہ الفاظ صحیح بخاری میں شریک کی حدیث میں موجود ہیں لیکن محدثین نے اس کو شریک کا وہم قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے [فتح الباری: ۱۳ / ۵۹۰ تا ۵۹۴] صحیح بات وہی ہے جو تفسیر احسن البیان میں ہے۔



دینی و تبلیغی اجتماع برائے خواتین

جامعہ محمدیہ قدوسیہ للبنات کوٹ رادھا کشن ضلع قصور کا اجتماع
برائے خواتین ۱۵ اپریل بروز اتوار منعقد ہوگا۔ طالبات و خواتین صبح
۹ بجے تانما عصر اس اصلاحی و تبلیغی پروگرام میں شمولیت فرمائیں۔
[ناظمہ مدرسہ ہذا]

سوال: نماز قصر کتنے دن اور کتنا سفر؟ تعلیم الاسلام صفحہ ۴۱۸ پر رقم طراز ہیں کہ سفر کی ادنیٰ مسافت کم از کم اڑتالیس میل ہے اس سے کم جائز نہیں۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ اے مکہ والو! تم اڑتالیس میل سے کم میں قصر مت کرنا۔ [ابن ابی شیبہ، دار قطنی، ج: ۱، ص: ۳۸۷، باب قدر المسافة فتح الباری، ج: ۲، ص: ۵۶۶ فی شرح باب کم یقصر الصلوة]

جن روایات میں نو یا تین میل کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نو یا تین میل سفر گئے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ انیس دن ٹھہرنے کی روایت [بخاری باب مقام النبی ﷺ، ج: ۸، ص: ۷۷] ص ۴۲۰ پر لکھتے ہیں کہ قصر ہی کرتا رہے جب تک کہ اکٹھے ہی انیس دن سے زیادہ کی نیت کرے۔ اس کی دلیل حضرت عباس والی حدیث سے جو ابھی گزری۔

جواب : صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ جب تین کوس یا تین فرسخ (نو کوس) نکلتے یعنی سفر کرتے تو دو گنا نہ پڑھتے اس حدیث کو لمبے سفر پر محمول کرنا ظاہر کے خلاف ہے۔ پھر ابن عباس کے قول سے فعلی حدیث مقدم ہے اگر سفر میں کسی ایک جگہ ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو بلا تعدید قصر ہو سکتی ہے اور چار دن سے زیادہ کسی ایک جگہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو نماز پوری پڑھے۔ تفصیل متعدد بار الاعتصام میں چھپ چکی ہے۔

سوال : کتاب تجلیات نبوت (مولانا صفی الرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ) ص: ۱۴۱ پر اسراء اور معراج کے ضمن میں لکھا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”جبار جل جلالہ“ کے حضور لے جایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کم فاصلہ رہ گیا۔ اس وقت اللہ نے اپنے بندے پر وحی فرمائی جو کچھ وحی فرمائی۔

حالاں کے تفسیر احسن البیان (جو انہی کی نظر ثانی شدہ ہے) سورہ
نجم ۹ حاشیہ نمبر ۱۰ میں ہے کہ دو ہاتھوں کے بقدر۔ یہ نبی اور جبریل کی
باہمی قربت کا بیان ہے۔ اللہ اور نبی کی قربت کا اظہار انہیں۔ اللہ سے تو
براہ راست بات نہیں کر سکتا۔ [الشوریٰ: ۵۱، حاشیہ نمبر ۱]

براہ راست بات نہیں کر سکتا۔ [الشوریٰ: ۵۱، حاشیہ نمبر ۱]

تقریباً ڈیڑھ صدی کے بعد پاکستان میں پہلی مرتبہ
مکالمین المذاہب کے متعلق عالمی شہرت یافتہ کتاب

تبیین الکلام

فی تفسیر التوارة والانجیل

علی ملۃ الاسلام

سر سید احمد خان

کتاب کا متن اردو اور انگریزی میں تقسیم ہے

(اول دوم، سوم، چار لٹ) - 900 روپے

دو سو صورت جلدوں میں۔ تقریباً ایک ہزار پوسٹل صفحات

ملنے کا پتہ: پروفیسر حکیم محمد نصر اللہ ناصر

(مکتبہ اخوت)

نزد حسن مارکیٹ، بخش میٹر بیٹ (مچھلی منڈی) (اردو بازار لاہور

فون: 7235951 سر پائل: 0333-4298184، 0333-4304659

صحیحین میں

غنائے جاریتین کی روایت

پراہل اشراق کے اعتراضات کا جواب

ابوالہد مولانا ارشاد الحق اثری

روایت میں راوی کا تصرف

دوسرا اشکال ارباب اشراق کا یہ تھا کہ روایت میں ”قالت ولیستا بمغنیین“ یعنی ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ دونوں پیشہ ورگانے والی نہیں تھیں، اس جملہ کے بارے میں اہل اشراق کا نقطہ نظر یہ ہے ”یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہی نہیں، یہ بعد کے راویوں کا اپنا قیاس ہے جسے انھوں نے متن میں شامل کر دیا ہے۔“

[اشراق، ص: ۳۰، مارچ ۲۰۰۶ء]

ان کی اس فکر کی کچی ہم بھلا اللہ الاعتصام میں واضح کر چکے ہیں۔ اب تازہ ارشاد جو انھوں نے فرمایا، طول بیانی اور سخن سازی جس میں ہم ان کی مہارت کے معترف ہیں، سے قطع نظر، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”ذخیرہ حدیث میں اس کی ان گنت مثالیں پائی جاتی ہیں کہ ایک راوی کوئی روایت بیان کرتا ہے اور اس کے متن میں کوئی ایسی بات بھی شامل کر دیتا ہے جس کو وہ بر بنائے وہم اصل روایت کا حصہ سمجھ رہا ہوتا ہے۔ اس صورت میں وہ اگر کسی موقع پر اپنے شامل کردہ ٹکڑے کو ”قال“ یا ”قالت“ کہہ کر اوپر کے راوی کی طرف منسوب کر دیتا ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔“ [اشراق، ص: ۳۲، ستمبر ۲۰۰۶ء]

ہمیں تسلیم ہے کہ ذخیرہ حدیث میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ محدثین نے اس نوعیت کی روایات کو ”مدرج“ کی اصطلاح سے متعارف کروایا ہے۔ اور ادراج کے ثبوت کے لیے اصول و ضوابط مقرر

کیے ہیں اور اس نوعت کی روایات کو مستقل کتابوں میں جمع کر کے ایسی روایات کی نشان دہی کی ہے۔ افسوس ہے کہ ان ضوابط سے منحرف ہو کر بلا دلیل محض اپنی فکر کی ہمنوائی میں کسی جملہ کو مدرج قرار دینا بہت بڑی جسارت ہے۔ محترم جناب عمار خان صاحب ناصر جو اس بحث میں اشراق کے مدد و معاون بنے ہیں اور ماشاء اللہ ”علمی نکات“ سے اسے سہارا دے رہے ہیں۔ انھی کے جد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز صفدر صاحب رقم طراز ہیں:

”محدثین کرام کا ضابطہ ہے کہ جو جملہ حدیث کے ساتھ ہو تو وہ متصل ہی مانا جائے گا اور محض احتمال سے ادراج ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور ادراج کے اثبات کے لیے محدثین نے جو قواعد بیان کیے ہیں وہ یہ ہیں کہ مدرج حصہ کسی دوسری روایت میں الگ آیا ہو، یا راوی صراحت سے بیان کرے کہ یہ مدرج ہے، یا اطلاع پانے والے اماموں میں سے کوئی اس کی تصریح کرے یا اس قول کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونا محال

ہو۔“ [تسکین الصدور، ص: ۱۸۰]

مولانا صفدر صاحب نے جو کچھ فرمایا اصول حدیث کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ اس اصول کی روشنی میں کیا یہ حصہ کسی دوسری روایت میں الگ طور پر آیا ہے؟ قطعاً نہیں۔ کسی راوی یا محدث نے تصریح کی ہے کہ یہ فلاں راوی کی غلطی سے حدیث میں درج ہو گیا

ہے؟ بالکل نہیں۔ بلکہ گیارہ سو سال سے تمام محدثین اور اہل علم اسے صحیح تسلیم کر کے اس سے استدلال کرتے رہے۔ مگر اب اہل اشراق پر یہ راز فاش ہوا ہے کہ یہ تو راوی کی غلطی سے حدیث میں درج ہو گیا ہے۔

اسی ضمن میں محترم عمار صاحب نے اپنی بات میں رنگ بھرتے ہوئے راقم کی ایک عبارت کو اپنی موافقت میں نقل کیا کہ تو توضیح الکلام میں ایک روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے [توضیح الکلام، ج: ۱، ص: ۱۲۳] سے راقم نے لکھا ہے۔

”بعض اہل علم نے ان الفاظ کو صرف اس بنا پر صحیح باور کر لیا ہے کہ یہ صحیح بخاری میں ہیں۔ مگر یہ صحیح نہیں، جب کہ صحیح بخاری و مسلم میں شیخین ایسی حدیث کو بھی لے آتے ہیں جو مقصود کے اعتبار سے تو صحیح ہوتی ہے (یعنی من حیث المجموع) اگرچہ کوئی ٹکڑا اس کا ان کے معیار صحت کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ اس میں بعض رواۃ کا وہم ہوتا ہے۔ صحیحین کا غائر نظر سے مطالعہ کرنے والے حضرات کے لیے یہ بات نئی نہیں۔“

اس عبارت سے ان کا مقصد یہ ہے کہ جب راقم نے صحیحین میں بعض راویوں کے وہم کو تسلیم کیا ہے تو زیر بحث روایت میں راوی کے وہم سے انکار کیوں ہے؟

مگر ہمیں افسوس ہے کہ محترم عمار صاحب نے ہمارے موقف کی صحیح ترجمانی نہیں کی، صحیح بخاری میں جس وہم کا راقم نے ذکر کیا، کیا وہ راقم کا بتلایا ہوا فہم ہے یا اس وہم کا اشارہ خود امام بخاری، امام بیہقی، علامہ ابن قیم اور علامہ زیلعی رحمہم اللہ نے کیا ہے؟ اس طرح صحیحین میں بعض راویوں کا وہم ذکر کرنا بھی بیچ مدان کی جسارت نہیں اس کی نشان دہی بھی محدثین سابقین رحمہم اللہ نے کی ہے؟

سخن شناس نئی دلبرا خطا ایں جا است
اپنی بات بلکہ اپنے فیصلے کو مستحکم کرنے کے لیے یہ بھی فرمایا گیا کہ ”کسی حدیث کی صحت و ضعف کو طے کرنے کا معیار نقد روایت کے اصول ہیں یا ائمہ فن کے اقوال؟ آخر ائمہ فن کس بنیاد پر کسی روایت کی

صحت و ضعف کا فیصلہ فرماتے ہیں؟ اگر ان کے فیصلوں کی بنیاد وحی والہام کے بجائے دلائل و شواہد پر ہوتی ہے تو دلائل کی روشنی میں ان کی رائے سے اختلاف کیوں نہیں کیا جاسکتا؟..... علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

”ابن الصباغ نے کہا ہے کہ اگر راوی اضافہ بیان کرے، جب کہ اس کے بغیر روایت کرنے والے راوی ایک ایسی جماعت ہو جس کا وہم میں مبتلا ہو جانا بعید از قیاس ہو یا ان جیسے راویوں کا اس جیسی بات کو نقل کرنے سے غافل رہ جانا عادتاً ممکن نہ ہو تو زیادت نا قابل اعتبار قرار پائے گی۔ ابن السمعی نے بھی یہی بات کہی ہے اور اس پر اتنا اضافہ کیا ہے کہ وہ بات ایسی ہو کہ اس کو نقل کرنے کے محرکات اور دواعی بھی کافی پائے جاتے ہوں۔“ ہم نے اسی اصول پر ہشام کی روایت میں ابواسامہ کے اضافہ کردہ جملے ”قالت ولیستا بمغنیۃین“ کو ابواسامہ کا وہم قرار دیا ہے۔“

[اشراق، ص: ۳۳، ستمبر ۲۰۰۶ء]

بلاشبہ کسی روایت کو پرکھنے اور اس پر صحت و ضعف کا حکم لگانے کے اصول ہیں اور انہی اصولوں کی بنا پر محدثین رحمہم اللہ نے کسی حدیث پر صحت و ضعف کا حکم لگایا ہے۔ اور یہ حکم لگانے والوں میں بعض وہ ہیں جن کا حزم و احتیاط اور ان کا تتبع سب کے ہاں مسلم ہے۔ پھر تنہا ان کے حکم پر ہی کیا موقوف، متاخرین نے بھی انہی اصولوں کے تحت ان روایات کا مزید جائزہ لیا اور ان کی موافقت کی۔ متقدمین کی نگاہوں میں ذخیرہ احادیث تھا۔ ایک ایک روایت کی متعدد اسانید انھیں از بر تھیں اور یوں لاکھوں احادیث کے وہ حافظ تھے۔ جیسا کہ تاریخ و تراجم کی کتابوں میں محفوظ ہے۔

اس کے برعکس چند مطبوعہ کتابوں کی ورق گردانی سے ان سابقین محدثین کے فیصلہ کے خلاف فیصلہ دینا خود سری ہے اور بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ”سمیل المومنین“ سے انحراف ہے۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں:

متاخرین، سوائے اہل اشراق کے، سب صحیح تسلیم کرتے رہے ہیں اور جس اصول کی بنا پر آج عمل جراحی شروع ہوا ہے وہ آخر ان کے پیش نظر بھی تھا یا نہیں؟“

پھر جہاں تک اس اصول کا ذکر ہے جسے تدریب الراوی [ج: ۱، ص: ۲۴۶] کے حوالے سے علامہ ابن صباغ سے نقل کیا گیا ہے۔ تو اس بارے میں بھی اہل اشراق نے بڑا گھپلا کیا ہے۔ اور اس کی محترم عمار صاحب سے قطعاً توقع نہ تھی۔ پہلے تو یہی دیکھئے کہ علامہ ابو نصر ابن الصباغ جن کا نام عبدالسید بن محمد بن عبدالواحد ہے وہ ۷۷۷ھ میں فوت ہوئے۔ پانچویں صدی ہجری کے وہ معروف شافعی فقیہ ہیں۔ ابن السمعیانی ان سے بھی متاخر ہیں۔ محترم عمار صاحب کو آخر پانچویں صدی ہجری میں بیان کیا ہوا اصول ہی کیوں نظر آیا؟ کیا اسی تدریب الراوی میں کوئی اور اصول بیان نہیں ہوا؟ کہ انھوں نے اسی کو نقل کرنے کی زحمت فرمائی ہے۔

جب کہ امر واقعہ یہ ہے کہ اسی تدریب الراوی میں سب سے پہلے یہ بیان ہوا ہے کہ جمہور فقہاء اور محدثین مطلقاً ثقہ کی زیادت کو قبول کرتے ہیں بلکہ ابن طاہر نے تو اس پر اتفاق کا دعویٰ کر دیا ہے۔ کاش محترم عمار صاحب نے اس حوالے سے اپنے دادا جان حضرت مولانا محمد سرفراز صفر صاحب سے ہی دریافت کر لیا ہوتا کہ یہ مسئلہ کیا ہے۔ اُن جیسے بجاٹ اور ناقد سے یہ توقع تو نہیں کہ وہ اپنے دادا جان کے فیصلے سے بے خبر ہوں گے۔ تاہم عرض ہے کہ انھوں نے دو اڑھائی صفحات میں متعدد حوالے نقل کر کے، جن میں تدریب الراوی کا بھی حوالہ ہے، فرمایا ہے: ”محدثین کرام فقہائے عظام اور اربابِ اصول کا یہ اتفاقی، اجماعی اور طے شدہ قاعدہ ہے کہ جب راوی ثقہ اور حافظ ہو اور وہ زیادت کرے تو مطلقاً اس کی روایت مقبول ہے۔“

[احسن الکلام، ج: ۱، ص: ۱۹۶، ط: دوم]

ہماری طرح ممکن ہے جناب محترم عمار صاحب کو دادا جان کے اس دعویٰ ”اتفاق و اجماع“ سے اختلاف ہو۔ لیکن اس سے یہ بات تو

”وليعلم أن تحسين المتأخرين وتصحيحهم لا يوازي تحسين المتقدمين فانهم كانوا اعراف بحال الرواة لقرب عهدهم بهم، فكانوا يحكمون ما يحكمون به بعد تثبت تام ومعرفة جزئية، أما المتأخرون فليس عندهم من أمرهم غير الأثر بعد العين، فلا يحكمون الا بعد مطالعة احوالهم في الاوراق، و انت تعلم انه كم من فرق بين المجرب والحكيم، وما يغني السواد الذی فی البياض عند المتأخرين عما عند المتقدمين من العلم على أحوالهم كالعيان، فانهم ادرکوا الرواة بأنفسهم فاستغنوا عن التساؤل والأخذ عن اخواه الناس، فهؤلاء أعراف الناس فيهم العبرة۔“

[فيض الباری، ج: ۴، ص: ۴۱۴]

”یہ بات خوب جان لیں کہ متاخرین کی تحسین اور تصحیح متقدمین کی تحسین کے برابر نہیں کیوں کہ متقدمین قرب عہد کی بنا پر راویوں کے احوال زیادہ جانتے تھے، وہ جو بھی فیصلہ فرماتے پورے احتیاط اور اس کی جزئیات کو معلوم کرنے کے بعد فیصلہ فرماتے تھے۔ (متاخرین کی طرح) وہ اوراق میں لکھے ہوئے راویوں کے احوال دیکھ کر فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ اور تمہیں معلوم ہے ایک تجربہ کار اور حکیم کے مابین کیا فرق ہے۔ متقدمین کے پاس راویوں کو براہ راست پرکھنے کا جو علم تھا اس کے مقابلے میں متاخرین کے نزدیک کتابوں میں لکھا ہوا علم فائدہ نہیں دیتا۔ کیوں کہ متقدمین کو براہ راست راویوں سے سابقہ پڑا ہے وہ کسی اور سے پوچھنے اور سوال کرنے سے مستغنی تھے۔ وہی راویوں کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے لہذا انہی کی بات قابل اعتبار ہے۔“

مگر ہم نے تو عرض کیا کہ روایت زیر بحث کو متقدمین کیا

ظاہر ہوگئی کہ علامہ ابن صباغ اور ابن السمعانی کے برعکس رائے رکھنے والے کون اور کتنے ہیں۔

مزید یہ کہ تدریب الراوی کی اس بحث میں علامہ سیوطی نے مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد بالآخر شیخ الاسلام حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے۔

”والمنقول عن ائمة الحديث المتقدمين كابن مهدي ويحيى القطان واحمد وابن معين وابن المديني والبخاري وابي زرعة وابي حاتم والنسائي والدارقطني وغيرهم اعتبار الترجيح فيما يتعلق بالزيادة المنافية بحيث يلزم من قبولها رد الرواية الأخرى۔“ [تدریب الراوی، ج: ۱، ص: ۲۴۶]

”کہ متقدمین ائمہ حدیث جیسا کہ امام عبدالرحمن بن مہدی، امام یحییٰ بن سعید قطان، امام احمد، امام یحییٰ بن معین، امام علی بن مدینی، امام بخاری، امام ابوزرعة، امام ابوہاتم، امام نسائی، امام دارقطنی رحمہم اللہ وغیرہ سے منقول ہے کہ جو زیادت (دوسری روایات کے) منافی ہے اس میں ترجیح کا اعتبار ہے، بایں طور کہ اس کے قبول کرنے سے دوسری روایت کی تردید لازم آتی ہو۔“

یعنی اگر وہ زیادت دوسری روایات کے منافی ہے تو مقبول نہیں اگر منافی نہیں تو وہ مقبول ہے۔ یہ ہے متقدمین محدثین رحمہم اللہ کا فیصلہ، جماعت کے مقابلے میں ایک کی روایت میں خطا کا بلاشبہ احتمال ہے۔ مگر یہ تب ہے جب وہ احفظ اور ثبت نہ ہو اور اس کی زیادتی دوسری روایت کے منافی ہو۔ اسی اصول کے مطابق محدثین نے ابواسامہ کی روایت کو قبول کیا اور اسے صحیح قرار دیا۔ انھوں نے کوئی بے اصولی نہیں کی، یہ بھی بایں طور کہ ابواسامہ مطبوعہ کتابوں میں ہمیں تنہا نظر آتا ہے۔ احادیث تو محفوظ ہیں مگر ان کے تمام طرق محفوظ نہیں۔ پھر ابواسامہ حماد بن اسامہ تو وہ ہیں جن کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں:

”ابو اسامہ ثقة ما كان رواه عن هشام۔“

”ابواسامہ ثقہ ہیں، اور هشام سے باکثرت روایات بیان

کرتے ہیں۔“

انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ ابواسامہ سے بڑھ کر هشام سے روایت کرنے اور اس سے بہتر روایت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

[شرح العلل لابن رجب، ج: ۲، ص: ۶۸۰]

ہشام سے روایت کرنے میں ان کے اختصاص کا یہ عالم تھا کہ وہ ان سے چھ سوا حدیث بیان کرتے تھے۔ ستر کے قریب وہ روایات ہیں جو بخاری اور مسلم میں ہیں۔ امام احمد رحمہم اللہ ہی فرماتے ہیں:

”كان ثبتاً ما كان اثبتاً لا يكاد يخطئ۔“

”ابواسامہ ثبت تھے۔ وہ اس قدر ثبت تھے کہ خطائیں کرتے تھے۔“

امام احمد ہی سے ان کے اور امام ابوہاتم الضحاک بن مخلد جیسے ثقہ وثبت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا:

”ابواسامہ تو ابوہاتم جیسے سو ہوں ان سے بھی ثبت ہیں۔“

ابواسامہ ضابط تھے صحیح الکتاب تھے۔“

گویا امام ابواسامہ احادیث لکھتے تھے۔ وہ خود بھی ثبت اور ان کی کتاب بھی صحیح تھی وہ خود فرماتے ہیں: میں نے اپنی ان انگلیوں سے ایک

لاکھ احادیث لکھی ہیں۔ ملاحظہ ہو! [التہذیب، ج: ۳، ص: ۳۰۲۔ السیر، ج: ۹، ص: ۲۷۸۔ التذکرہ، ج: ۱، ص: ۳۲۱] وغیرہ۔ لہذا جب وہ ثقہ اور ثبت، هشام سے روایت کرنے میں پیش پیش، اور صحیح الکتاب تھے۔

ان کی روایت میں یہ جملہ کسی بھی روایت کے معارض و مخالف نہیں۔ انہی وجوہ کی بنا پر محدثین کرام نے ان کی بیان کردہ اس روایت پر اعتماد کیا۔ لیکن چون کہ ارباب اشراق کے لیے یہ جملہ سوہان روح ہے اسی لیے وہ اسے صحیح تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ بلکہ محدثین کے فیصلے کو

اصول سے انحراف تصور کرتے ہیں۔ حالاں کہ امر واقعہ یہ ہے کہ محدثین نے اسے صحیح کہنے میں اپنے کسی اصول سے انحراف نہیں کیا۔ پانچویں

صدی میں علامہ ابن الصباغ کے قول کو محدثین کا فیصلہ اور اصول قرار دینا بجائے خود درست نہیں۔ [جاری ہے]

دینا بجائے خود درست نہیں۔ [جاری ہے]



شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغفار حسن عمر پوری رحمۃ اللہ علیہ

نظامی کی تکمیل یہیں سے کر کے سند فراغت حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے انھوں نے مولوی فاضل اور لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب کے امتحانات میں اچھے نمبر حاصل کر کے کامیابی حاصل کی۔ مذکورہ جامعات میں مولانا مرحوم کو اپنے وقت کے فاضل اور اجل علماء اور مربی اساتذہ میسر آئے جن سے انھوں نے خوب علمی استفادہ کیا۔

اساتذہ کرام

آپ کے معروف اساتذہ میں مولانا فضل الرحمن غازی پوری، مولانا نذیر احمد اعظمی، حضرت مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا محمد شریف اللہ خان سواتی، مولانا سکندر علی ہزاروی، مولانا محمد صاحب سورتی، مولانا عبدالرحمن صاحب مبارک پوری اور مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے اساتین علم شامل تھے جن سے انھیں فیض اٹھانے کا موقع ملا۔ مذکورہ اساتذہ میں اہل حدیث اور حنفی مسلک کے دونوں حضرات شامل ہیں۔

تلامذہ

مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف مدارس و جامعات میں تدریسی امور سرانجام دیے۔ تدریس کی ابتدا انھوں نے جامعہ رحمانیہ بنارس سے کی، پھر مالیر کوٹلہ کا مدرسہ کوثر المدارس، قیام پاکستان کے بعد کراچی میں دارالحدیث رحمانیہ، فیصل آباد میں جامعہ سلفیہ، دارالقرآن اور جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں انھوں نے ایک عرصہ تدریس فرمائی۔ ۱۸ سال تک مدینہ یونیورسٹی میں شغل تدریس میں بلاشبہ بیسیوں بلکہ سینکڑوں تلامذہ نے ان سے فیض پایا ہوگا، افسوس کہ ان تمام اسمائے گرامی تک ہماری رسائی نہیں تاہم چیدہ چیدہ تلامذہ میں درج ذیل اسمائے گرامی شامل ہیں:

دور حاضر کی ایک عظیم علمی شخصیت، دارالحدیث رحمانیہ دہلی اور لکھنؤ یونیورسٹی کے فاضل حضرت مولانا عبدالغفار حسن عمر پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی عمر عزیز کی ۹۴ ویں بہاریں گزار کر ۲ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۲ مارچ ۲۰۰۷ء بروز جمعرات طویل علالت کے بعد رہو آخرت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا عبدالغفار حسن علیہ الرحمہ ایک ممتاز استاذ، مستند عالم دین، کہنہ مشق مدرس، غیر معمولی ذہین و فطین، علوم عقلیہ و نقلیہ کے شنار اور برصغیر کے ایک وجیہ علمی و مذہبی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔

تاریخ ولادت

مولانا موصوف کی پیدائش ۱۹۱۳ء کے ۲۰ جولائی کو ہوئی اور یہ اسلامی مہینے کے مطابق ۱۲ رجب ۱۳۳۱ھ جمعۃ المبارک کا دن بنا ہے۔ ان کا خاندان ہندوستان کے ضلع مظفرنگر کے علاقے عمر پور کا مشہور باعمل علمی اور مذہبی راہ نمائے خاندان تھا۔

شجرہ نسب

مولانا عبدالغفار حسن کے والد گرامی کا اسم مبارک حافظ عبدالستار حسن اور ان کے دادا محترم کا نام مولانا عبدالجبار عمر پوری (رحمۃ اللہ علیہ) تھا۔ آپ کے خاندان کے بزرگوں آپ کے والد گرامی، والد گرامی کے چچا اور ماموں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ حضرت شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے۔

تعلیم

مولانا مرحوم نے گھر کے دینی علمی ماحول کی وجہ سے بدوشعور ہی سے دینی علوم کی تعلیم شروع کر دی تھی۔ ہندوستان کے مشہور و معروف معہد دینی یعنی دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں پڑھنا شروع کر دیا۔ درس

مولانا ڈاکٹر صہب حسن، مولانا راغب حسن، مولانا ڈاکٹر سہیل حسن، علامہ احسان الہی ظہیرؒ، مولانا عبدالغفور ملتانی، مولانا حافظ احمد اللہ چھتویؒ، مولانا حافظ مسعود عالم، مولانا محمد بشیر سیالکوٹی، مولانا عبدالکیم (راول پنڈی) وغیرہم۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے عمر کا بیشتر حصہ حدیث رسول ﷺ پڑھائی۔ فن حدیث پر ان کی گہری نظر تھی۔ مثال کے لیے ہفت روزہ الاعتصام، لاہور کی اشاعت خاص بیا حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ میں التعلیقات السلفیہ میں ان کا گراں قدر مقالہ شامل ہے۔ جس کے دیکھنے سے فن حدیث پر ان کی ژرف نگاہی اور اہل علم سے ان کے تعلق و احترام اور اعتراف کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

بزگانہ شفقت

مولانا عبدالغفار حسن مرحوم نرم خو، ٹھنڈے مزاج کے ساتھ ساتھ بہت ہی شفیق اور بزرگ شخصیت تھے۔ منتقم مزاج نہ تھے۔ علامہ حافظ احسان الہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ مدینہ یونیورسٹی میں ان کے شاگرد تھے۔ ایک مجلس میں کسی مسئلے پر چند افراد میں بحث کر رہے تھے۔ یہ استاد و شاگرد دونوں اس موقع پر موجود تھے۔ دوران بحث مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ بات جاری رکھے ہوئے تھے کہ علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے استاذ صاحب کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع کر دی۔ مولانا مرحوم خاموش ہو گئے۔ مجلس جب ختم ہو گئی اور سب لوگ اپنے اپنے مقام پر چلے گئے تو علامہ احسان الہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ بھی گھر پہنچے کہ انھیں یک دم خیال آیا کہ مجھ سے ایک بڑی فروگزاشت ہو گئی ہے اور اس واقعے کا انھوں نے اپنے ذہن میں بڑا اثر لیا اور فیصلہ کیا کہ مجھے فوراً اپنے استاذ محترم سے معافی مانگنی چاہیے۔ چنانچہ علامہ صاحب استاذ محترم کے گھر حاضر ہوئے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ بڑے تپاک سے ملے، ملتے ہی علامہ رحمۃ اللہ علیہ دوران بحث اپنی فروگزاشت پر معافی کے خواستگار ہو گئے۔ مولانا مرحوم نے فرمایا کہ وہ تو بات ہوئی اور آئی گئی ہو گئی تھی۔ بحث جو ہو رہی تھی اور ہر کسی کو بولنے کا حق تھا مگر علامہ صاحب نے کہا کہ مجھے اپنے گھر جا کر سکون نہیں آ رہا تھا لہذا مجھے

اللہ کے لیے معاف فرمائیں۔ یہ واقعہ علامہ صاحب کی شہادت کے بعد روزنامہ نوائے وقت کے ایک کالم میں جناب مجیب الرحمن شامی نے نقل کیا تھا۔ اس واقعے سے حضرت مرحوم کی بزگانہ شفقت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ رحمہم اللہ رحمة واسعة

تحریک ختم نبوت میں حصہ

حضرت مولانا مرحوم نے قادیانیوں کے خلاف (۷۴-۱۹۵۳ء) کی دونوں تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا۔ اس تحریک میں اہل حدیث کے جملہ اکابر و اصاغر نے ایمانی غیرت و محبت رسول ﷺ کے باعث بقدر ہمت حصہ لیا۔ راقم الحروف نے قادیانیت کے بارے ایک مضمون لکھنے کا ارادہ کیا تو حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی دام فیوضہم و طول عمرہ نے ارشاد فرمایا کہ جماعت اہل حدیث کے بزرگ علمائے کرام کی خدمت میں ایک خط ارسال کرو۔ ان سے ختم نبوت کی تحریک میں ان کی دینی خدمات کے بارے پوچھو نیز ان سے عرض کرو کہ وہ اپنے اپنے حلقہ کی رپورٹ بھی ارسال فرمائیں۔ چنانچہ مولانا بھٹی صاحب مدظلہ کی ہدایت و رہنمائی میں خط لکھے گئے۔ اس موضوع پر جن شخصیات سے رابطہ کیا گیا ان میں مولانا عبدالغفار صاحب حسن رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بھی شامل تھی۔ حضرت مرحوم نے شفقت فرمائی اور اپنی صحت و عمر کے باعث مختصر جواب سے نوازا۔ یہ تاریخ خط ہفت روزہ الاعتصام میں شائع شدہ مضمون ”تحریک تحفظ ختم نبوت ۷۴-۱۹۵۳ء میں اسیر علمائے اہل حدیث“ میں درج ہوا ہے۔ ۳/ اگست ۲۰۰۱ء کے الاعتصام کے صفحہ نمبر ۲۱، شمارہ نمبر ۲۹ میں مولانا کا مذکورہ خط ملاحظہ فرمائیں۔

”تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سلسلے میں گیارہ ماہ جیل میں رہا ہوں (یعنی ایک ماہ سیالکوٹ جیل میں اور دس ماہ ملتان جیل میں بسر ہوئے) میرے ساتھ جیل میں مولانا محمد علی مظفری (ڈسکہ ضلع سیالکوٹ) بھی تھے۔“
جیل میں عام حالات یہ تھے:

”کھانے کے لیے چوبیس گھنٹوں میں ایک دفعہ دلایا ملتا تھا، جس میں کنکر، روڑے سب شامل ہوتے تھے۔ اور دوپہر کو روٹی سالن ملتا۔ اس میں بھی ملاوٹ ہوتی تھی۔ سالن میں گوبھی کے ڈنٹھل بھی ہوتے تھے۔ ملتان جیل میں اور بھی کئی اہل علم محبوس تھے یعنی مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ (گوجراں والا) اور مولانا ابوالحسن محمد یحییٰ حافظ آبادی اور ایک مولانا فقیر صاحب تھے۔ ملتان جیل میں ماہ رمضان المبارک گزرا۔ ملتان جیل میں طعام و قیام کا انتظام سیالکوٹ کی جیل سے بہتر تھا۔“ [خط بنام ابوفیصل محمد سلیم چنیوٹی ۱۲ جون ۲۰۰۱ء]

سیاسی و ملی خدمات

حضرت مولانا عبدالغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ ایک صائب الرائے عالم دین، اور ایک قابل احترام شخصیت تھے۔ آپ تقریباً سولہ برس تک جماعت اسلامی پاکستان کے رکن اور اس کی جنرل باڈی (مجلس شوریٰ) میں شامل رہے۔ لیکن جماعت کی پالیسی سے اختلاف ہوا تو جماعت اسلامی کی رکنیت ہی سے استعفیٰ دے دیا۔

جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے ان کی علمی جلالت و اصابت رائے کے باعث ان کو اسلامی نظریاتی کونسل کا رکن نامزد کیا اور مسلسل نو سال تک مولانا اس کے رکن رہے نیز مولانا نے ہندوستان و پاکستان کی چیدہ چیدہ جامعات و درس گاہوں میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ سترہ برس تک الجامعۃ الاسلامیہ بالمعدینۃ المنورہ سعودی عرب کے کلیۃ الحدیث میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تدریس کے علاوہ سعودی عرب کے تحقیقی و علمی ادارے دارالافتاء میں بھی خدمات انجام دیں۔ اردو اور انگریزی اور عربی کے قادر الکلام مقرر تھے۔ قادیانیوں کے خلاف انھوں نے عملی و علمی کام کیا اور چھوٹے چھوٹے بے شمار پمفلٹ شائع کر کے انگریزی نبوت کو پشت از بازم کیا۔

ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۰۰۴ء میں ان کا ایک طویل مضمون متعدد قسطوں میں شائع ہوا ہے۔ جس میں انھوں نے ”ہندوستان کے

دینی مدارس، مشاہدات و تاثرات“ کے ضمن میں بڑی عمدہ معلومات جمع کر دی تھیں۔ یہ مضمون ایک تاریخی دلچسپی کا ذخیرہ ہے۔ دینی مدارس کے طلباء کے لیے اور تاریخ اہل حدیث کے طلباء کے لیے یہ ایک خاصے کی چیز ہے۔

وفات و نماز جنازہ

حضرت مولانا مرحوم ایک طویل عرصے سے بعض عوارض کے باعث علیل چلے آ رہے تھے۔ اپنے بیٹے ڈاکٹر سہیل حسن صاحب کے ہاں اسلام آباد میں مقیم تھے کہ وقت موعود آ پہنچا۔ جمعرات ۲ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۲ مارچ ۲۰۰۷ء دن کے گیارہ بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مولانا کے صاحب زادے محترم ڈاکٹر صہیب حسن کے لیے اللہ تعالیٰ نے آسانی فرمائی کہ جمعۃ المبارک صبح آٹھ بجے انگلینڈ سے اسلام آباد پہنچ گئے اور ۲۳ مارچ جمعۃ المبارک ہی کو صبح دس بجے اپنے والد گرامی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازے میں مولانا کے تلامذہ، نیاز مند اور عزیز واقرباء و قرب و جوار سے احباب جماعت اہل حدیث نے شرکت فرمائی۔

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه۔



دعائے صحت

- ①..... شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم صاحب استاذ حدیث جامعہ محمدیہ گوجراں والا بعض عوارض کے باعث علیل ہیں۔
- ②..... مولانا عبدالرحمان عزیز اللہ آبادی علیل ہیں۔
- ③..... مولانا حسن محمود کبیر پوری کی اہلیہ محترمہ کا گزشتہ دنوں گرنے کے باعث ایک بازو ٹوٹ گیا تھا الحمد للہ ہڈی جوڑ دی گئی ہے۔ احباب تمام علیل احباب جماعت کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لیے دعا فرمائیں۔ [محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی، کوٹ رادھا کشن۔ قصور]

خاندانِ عمرپور کے اہل علم و اصحابِ قلم

زیر نظر مضمون مولانا عبد الغفار حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف ”عظمت حدیث“ مطبوعہ جون ۱۹۸۹ء کی ابتدا میں شامل کیا تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اپنے خاندان کے متعلق اہم معلومات تحریر فرمائی ہیں۔ اس سے پہلے مفت روزہ الاعتصام کے گزشتہ شمارے میں ادارے کے صفحات پر اور اس شمارے میں محمد سلیم چنیوٹی صاحب کا مضمون شامل کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے دستیاب ہونے پر افادہ عام اور معلومات کے کچا کرنے کی خاطر اس خودنوشت کو بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ [ادارہ]

(۱)..... مولانا عبد الجبار عمرپوری

مولانا عبد الجبار عمرپوری محدث کبیر و شاعر عظیم، نام و ولدیت عبد الجبار بن اشیش منشی بدرالدین مرحوم عمرپوری، سنہ پیدائش ماہ جمادی الاخریٰ ۱۲۷۷ھ۔

مشاہیر اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی

①..... قاری عبد العلی، نزیل امرتسر و دیگر علمائے امرتسر۔

②..... مولانا اشیش محمد مظہر النانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، سے فقہ، اصول فقہ،

اور چند کتب حدیث کا درس لیا۔

③..... مولانا اشیش احمد علی سہارن پوری سے فقہ، اصول فقہ اور

چند کتب حدیث کا درس لیا۔

④..... مولانا اشیش فیض الحسن سہارن پوری سے عربی ادب اور

علوم بلاغت کا درس لیا۔

⑤..... مولانا اشیش احمد حسن، سے منطق، فلسفہ وغیرہ کا درس لیا۔

⑥..... مولانا اشیش السید نذیر حسین (۱۲۹۷ھ) سے طویل عرصہ

تک علمی استفادہ کیا اور ان سے کتب تفسیر وحدیث، مثلاً: بخاری ومسلم، نسائی، ابن ماجہ پڑھیں، اور سند حدیث حاصل کی۔

مشہور تلامذہ

①..... علامہ محقق، ادیب کبیر عبد العزیز مبینی مرحوم۔

②..... مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی (جے پوری) مرحوم۔

③..... مجاہد عظیم مولانا حافظ عبدالستار خلف الرشید مولانا مرحوم

ومغفور۔

علمی خدمات

①..... مدرسہ دارالہدیٰ کشن گنج (حسن گنج) دہلی میں درس

وتدریس کا سلسلہ قائم کیا۔

②..... عوام و خواص کو روزانہ صبح کونماز فجر کے بعد پابندی سے

درس قرآن مجید سے مستفید کرتے رہے۔

③..... ماہنامہ ”ضیاء السنۃ“ جاری کیا، جو اس دور میں بلند پایہ

مجلات میں شمار ہوتا تھا، اس رسالہ کے لیے مولانا (جد محترم) نے مولوی

عبد اللہ چکڑالوی کے نظریہ کا رد کیا کہ دین کے اصول وفروع، کلیات

وجزئیات، سب قرآن میں واضح طور پر موجود ہیں، لہذا سنت کی

ضرورت نہیں ہے۔ جد محترم نے دلائل وبراین کے ساتھ کئی اقسام میں

اس نظریہ کا ابطال کیا، دینی حلقوں میں یہ مضامین بہت زیادہ پسند کیے

گئے۔ یہ رسالہ تقریباً تین سال (۱۳۱۹ھ، ۱۹۰۲ء) سے (۱۳۲۳ھ،

۱۹۰۶ء) تک جاری رہا۔ اس رسالہ کی طباعت و اشاعت اور ترتیب

وتہذیب کی نگرانی جد محترم کے برادر خورد مولانا ضیاء الرحمن صاحب

مرحوم کرتے رہے اور نہایت آب وتاب کے ساتھ کلکتہ سے شائع ہوتا

رہا۔ اس کے اہم مضامین جو قسط وار شائع ہوتے رہے، ان کے عنوان

حسب ذیل ہیں:

(الف) خلافت اسلامی، (ب) ولادت باسعادت، (ج) آنحضرتؐ کا مبعوث ہونا، (د) شعر و سخن، (ه) ہندوستان میں عربی کے نام ور شعراء، (و) ردّ قادیانیت، (ز) نبوت و خلافت، (ح) فیصلہ آرہ، (ط) فصاحت و بلاغت، (ی) عصمت نبوی، (ک) معجزات نبوی، (ل) برکات ندوہ، (م) زبان عربی کی خصوصیت و فوقیت، (ن) ایام قربانی، (س) باب الفتاویٰ، (ع) حرمت متعہ، (ف) تصوف وغیرہ۔

اس رسالہ میں حسب ذیل نامور اہل علم کے مقالات شائع ہوتے رہے۔

(الف) امام العصر مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ شارح جامع ترمذی یعنی مؤلف تحفۃ الاحوذی۔

(ب) عالم کبیر مولانا عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ، مؤلف سیرۃ البخاری۔
(ج) خطیب خوش الحان مولانا حکیم عبید الرحمن عمر پوری مدیر ماہنامہ ریاض التوحید۔

(د) مولانا حافظ حکیم ابوبکی محمد صاحب شاہ جہاں پوری
(ه) مولانا ابوالاعلیٰ اعظم گڑھی۔
(و) مولانا ضیاء الرحمن عمر پوری برادر خورد مولانا عبدالجبار محدث عمر پوری۔

تصانیف

(الف) صمصام التوحید
(ب) ارشاد السائلین الی مسائل الثلاثین
(ج) تذکیر الاخوان فی خطبۃ الجمعة بکل لسان
(د) تبصرة الانام فی فرضیۃ الجمعة فی کل مقام
(ه) ارشاد الانام فی فرضیۃ الفاتحة خلف الامام تفسیر وحدیث اور دوسرے دینی علوم میں مہارت کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری میں بھی یگانہ روزگار تھے۔ عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں

میں ان کے قصائد عوام و خواص میں مقبول ہوئے۔ ماہنامہ ”ضیاء السنۃ“ کے اوراق گواہ ہیں اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے درو دیار بھی اس پر شاہد ہیں۔ ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسوں میں جد محترم نے عربی قصائد سنائے، جو بہت پسند کیے گئے۔ متعدد قصائد میرے پاس محفوظ ہیں، جن میں سے بعض اہم قصائد جو ندوۃ العلماء کے جلسوں میں پڑھے گئے، مولانا ابوالحسن ندوی کی کاوش سے مجھ تک پہنچے۔ فجزاہ اللہ جزاء موفوراً و شکر اللہ سعیه

وفات

ماہ شوال ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں علم و تقویٰ کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اور اپنے استاذ محترم شیخ مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے قریب سیدی پورہ قبرستان دہلی میں مدفون ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محترم ابوبکی امام خاں نوشہروی مرحوم نے جد محترم کے حالات ان الفاظ میں تحریر کیے ہیں:

”مرحوم بہت ذکی الحن تھے کہ اواخر عمر میں مکفوف البصر ہونے پر بھی درسیات عمدگی سے پڑھاتے، وعظ عالمانہ اور مؤثر ہوتا، نماز فجر کے بعد بلا ناغہ ترجمہ قرآن پڑھاتے، شعر و سخن میں بھی ملکہ تھا۔ اور شاعرانہ تعلیوں سے مبرا۔ ۵۷ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنی یادگار ایک الولد الصالح مولوی حافظ عبدالستار چھوڑا، جو اسی سن میں آنغوش پدری میں جاسوئے۔“

مولوی عبدالرحمن منوی نے ذیل کی رباعی میں مادہ تاریخ وفات نکالا۔

مجی آہ رحلت نمود ختم سال تاریخ وفاتش
بحسن سعی ای مشکور باد ندازو ہلقے، مغفور باد!
۱۳۳۲ھ

دوسری تاریخ وفات نکلی ہے، رضوان من اللہ الملک ۱۳۳۲ھ

(۲)..... مولانا حافظ عبدالستار عمر پوریؒ

ولدیت: خلف الرشید مولانا حافظ عبدالجبار عمر پوری محدث دہلوی، سن پیدائش ۱۳۰۱ھ۔

اساتذہ کرام

①..... مولانا عبدالرحمن معین الدین صاحب عمر پوری (یعنی والد المحترم کے نانا)

②..... مولانا عبید الرحمن صاحب عمر پوری (یعنی والد المحترم کے ماموں)

③..... مولانا محمد بشیر سہوانی، محدث کبیر مصنف صیانت الانسان عن وسوسۃ الشیخ الدحلان (عربی)

④..... مولانا عبدالجبار صاحب محدث عمر پوری، درس نظامی کی تکمیل مدرسہ احمدیہ (سلفیہ) آگرہ میں کی، اور کلام پاک تین ماہ میں حفظ کر لیا۔

علمی خدمات

تعلیم تدریس کا مشغلہ رہا، رسالہ اثبات الخبر فی رد مکرری الحدیث والاثر اور ایک رسالہ مرزا قادیانی کی تردید میں تحریر فرمایا۔

اخلاق و کردار

”مرحوم خلوص و کرم کا نمونہ“ اور اس شباب میں زہد و پارسائی کے مرقع تھے۔ واحسرتا! کہ باغ عالم کی ۳۴ ویں بہار دیکھ رہے تھے کہ خود اپنا نخل حیات کٹ گیا۔ ایک صاحبزادہ مولوی عبدالغفار فارغ التحصیل دارالحدیث رحمانیہ، چھوڑا جنہیں راقم الحروف نے ۱۳۵۱ھ میں ایک بار دیکھا، اور پھر دیکھنے کی ہوس ہے۔ [ماخوذ از تراجم علمائے حدیث ہند، ج: ۱، ص: ۱۶۶]

تلامذہ

والد محترم کے تلامذہ میں سے صرف نامور خطیب اور محقق مولانا

محمد اسماعیل سلفی (گوجراں والا) مرحوم و مغفور کا نام معلوم ہو سکا۔ مولانا موصوف نے خود مجھے بیان فرمایا کہ ”میں نے آپ کے والد محترم سے تفسیر ابن کثیر درسا درسا پڑھی تھی“ اور اسی تعلق کی بنا پر مولانا موصوف نے مجھے ”الروضۃ الندیہ“ مصنفہ نواب صدیق الحسن خان مرحوم بطور تحفہ عنایت فرمائی، جزاء اللہ خیر الجزاء وعفا عنہ وغفرلہ واجزل مشوبتہ، مولانا کا یہ علمی تحفہ (قدیم مطبوعہ) ابھی تک میرے پاس بطور یادگار محفوظ ہے۔

شوقی جہاد

والد محترم مرحوم و مغفور کو جہاد فی سبیل اللہ کا بہت شوق تھا۔ شہادت کی تمنا ہر وقت دل میں موجزن رہتی تھی، اس سلسلے میں ورزش، تیراکی، گھڑ سواری، گنگا، پٹا، یعنی اس وقت کی رائج ورزشوں میں اچھی خاصی مہارت حاصل کی ہوئی تھی، اور وقت کے نامور پہلوان خلیفہ عبدالقادر دہلوی سے لاٹھی چلانے کی مشق کی تھی۔

خفیہ طور پر سرحد کے بقیۃ السیف مجاہدین یعنی سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید کے جانشینوں کی مالی اعانت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ان کے اخلاص اور ایثار کی بنا پر دہلی کے تاجر حضرات بھی ان سے تعاون کرتے تھے، اور اس بنا پر حسب ذیل تاجر حضرات گرفتار ہوئے اور انگریز کی جیل میں، شدید ترین عقوبتوں سے دوچار ہوئے، نام یہ ہیں:

①..... ملا محمد اسحق صاحب مرحوم و مغفور جن کے صاحبزادے ملا محمد اسماعیل مسلم مرحوم نے کلکتہ سے ہجرت کے بعد کراچی میں رباط العلوم الاسلامیہ کے نام سے ایک عظیم علمی لائبریری قائم کی، جس میں ہزاروں کی تعداد میں عربی، اردو، انگلش کی مستند اور مفید کتابیں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ ملک کے مشہور رسائل و جرائد اور روزنامے بھی تازہ بتازہ برائے مطالعہ دستیاب رہتے ہیں۔ آج کل جناب محمد اسماعیل صاحب مرحوم کے صاحبزادے محمد یوسف صاحب اور ان کے برادران اس ادارے کی ترقی میں کوشاں رہتے ہیں۔

اس وقت یہ عظیم لائبریری عالم گیر روڈ سوسائٹی، کراچی کی شان دار عمارت میں واقع ہے۔

②..... جناب عبداللہ صاحب لوہیا، جن کی زندگی سادہ اور درویشانہ تھی، ہر وقت غلبہ دین اور نصرت دین کے جذبات سے سرشار رہتے تھے۔

③، ④..... خلیفہ محمد اسحاق صاحب برادر حافظ حمید اللہ صاحب یہ دونوں بھائی بھی مجاہدین کی اعانت میں سرگرم تھے۔

⑤..... جناب بشیر الدین صاحب تاجر کفش، مرحوم حاجی صاحب بھی بڑے استقلال و ایثار کے ساتھ والد مرحوم کے پروگرام میں ہمہ تن شریک رہے۔ پاکستان بننے کے بعد کراچی منتقل ہو گئے تھے وہیں وفات پائی۔

⑥..... مجاہدین کی اعانت کے سلسلے میں دہلی کے مشہور تاجر حاجی عبدالرحمن صاحب مرحوم بانی مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی۔

⑦..... اور ان کے برادر مکرم شیخ عطاء الرحمن صاحب مرحوم، مہتمم مدرسہ مذکور بھی بڑھ چڑھ کر حصے لیتے رہے۔

اللہم اغفرلہم وارحمہم وارفع درجاتہم فی المہدیین ، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ سرگزشت مجاہدین، ص: ۲۲۱، مصنفہ جناب غلام رسول صاحب مہر مرحوم و مغفور۔

والد محترم مرحوم بھی ہر وقت جذبہ جہاد سے سرشار رہتے تھے اور ہر لمحہ اللہ کی راہ میں شہادت حاصل کرنے کی دھن سر پر سوار رہتی تھی۔ اس راہ میں دوڑ دھوپ نے انگریزی حکومت کو بھی چونکا کر دیا تھا۔ آخر ایک دن شام کو گرفتاری کا وارنٹ آ ہی گیا، گھر والوں نے پولیس کو بتایا کہ آج صبح اللہ تعالیٰ کی طرف سے مولانا مرحوم و مغفور کا بلاوا آ گیا اور انھوں نے صبر و رضا کے ساتھ لیک کہتے ہوئے اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ اللہم اغفرلہ وارحمہ وارفع درجاتہ فی المہدیین -

یہ سب معلومات میری دادی صاحبہ محترمہ مرحومہ نے بتائی ہیں۔

جن کی وفات ۱۹۲۸ء میں ہوئی۔ اللہم اغفرلہا وارحمہا وارفع درجاتہا فی علین، مرحومہ اپنے دور میں صبر و استقامت کا پہاڑ اور زہد و تقویٰ کا نمونہ تھیں، انھوں نے مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ سے بیعت ارشاد کی ہوئی تھی۔

والد محترم کے انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر سن کر مولانا موصوف نے میری دادی صاحبہ کو حسب ذیل آیت تحریر فرمائی تھی:

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا ۭ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَواتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُہْتَدُونَ ۝﴾

[البقرة: ۱۵۵-۱۵۷]

اور نہایت مؤثر انداز میں صبر کی تلقین فرمائی۔

۱۹۱۶ء ہمارے خاندان، خاص طور پر میری جدہ محترمہ مرحومہ کے لیے عام حزن تھا۔ اس سال جد محترم مولانا عبدالجبار محدث عمرپوری نے رحلت فرمائی، اور اسی سال والد محترم اللہ کو پیارے ہوئے، اور والدہ محترمہ بھی دنیا سے رخصت ہوئیں، اور اسی سال میرے برادر خورد عبدالقہار نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کی۔ اس عام حزن میں راقم الحروف کی عمر چار سال کی تھی۔ یہ دادی صاحبہ مرحومہ کی تربیت اور ان کی مخلصانہ دعاؤں کا اثر تھا کہ زندگی کا سفر بغیر کسی کڑی آزمائش کے خوشگوار ماحول میں طے ہوتا رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کے سفر میں بھی کامیاب و کامران بنائے، اور وہاں کی ابدی سعادت سے سرفراز فرمائے۔ اللہم لا تحرمنا اجرہم ولا تفتننا بعدہم

عبدالغفار حسن

①..... نام مع ولدیت: عبدالغفار حسن ولد مولانا حافظ عبدالستار حسن مرحوم۔

②..... تاریخ و سنہ پیدائش: ۲۰ جولائی ۱۹۱۳ء

③..... تعلیم: درس نظامی کی مکمل طور پر تعلیم دارالحدیث رحمانیہ

دہلی میں حاصل کی۔ سنہ فراغ دسمبر ۱۹۳۳ء۔

نیز ۳۵ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب (عربی) اور ۱۹۴۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل (عربی) کے امتحانات پاس کیے۔

②.....تدریسی مشاغل:

(الف) مدرسہ رحمانیہ بنارس میں سات سال، ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۲ء تک تفسیر وحدیث، ادب عربی اور دیگر علوم عربیہ اسلامیہ کی تدریس کے فرائض انجام دیے۔

(ب) مدرسہ کوثر العلوم مالیر کونلہ (مشرقی پنجاب) میں اگست ۴۲ء سے مئی ۱۹۴۸ء تک دینی علوم کی تدریس اور خطابت کا مشغلہ جاری رہا۔

(ج) جون ۱۹۴۸ء سے اکتوبر ۱۹۶۴ء تک لاہور، سیالکوٹ، راول پنڈی، فیصل آباد، ساہیوال، کراچی میں تدریس، تربیت، تبلیغ ودعوت کا سلسلہ جاری رہا، اور اس عرصہ میں فتویٰ نویسی کا مشغلہ بھی رہا۔ واضح رہے کہ راقم الحروف اگست ۴۱ء سے مئی ۴۸ء تک جماعت اسلامی متحدہ ہندوستان سے وابستہ رہا اور جون ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۷ء تک جماعت اسلامی پاکستان کی رکنیت اختیار کی، اس دوران متعدد بار مرکزی مجلس شوریٰ کا رکن منتخب ہوا، اور ۵۲ء میں جماعت کے فیصلے کے مطابق ارکان مجلس شوریٰ کے ایک وفد نے مشرقی پاکستان کا دعوتی دورہ کیا جس میں راقم الحروف بھی شریک تھا، اور دومرتبہ بانی جماعت مولانا مودودی مرحوم ومغفور کی غیر حاضری میں امارت جماعت کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی گئی۔ اور اس کے بعد طریق کار سے اختلاف کی بنا پر جماعت سے مستعفی ہو گیا یعنی ستمبر ۵۷ء میں۔

(د) تربیت: ۱۹۵۳ء مارچ سے فروری ۵۴ء تک بسلسلہ تحریک ختم نبوت ۱۱ ماہ سیالکوٹ اور ملتان کی سرکاری ”تربیت گاہوں“ میں گزارے۔

(ه) اکتوبر ۱۹۶۴ء میں تدریس کے لیے اسلامی یونیورسٹی مدینہ

طیبہ سے بغیر کسی درخواست کے بلاوا آ گیا، جہاں ۱۶ سال ۱۹۸۰ء تک حدیث، علوم حدیث اور اسلامی عقائد پر محاضرات (لیکچرز) دیے۔ اسلامی یونیورسٹی کے ماتحت متعدد کالج ہیں، راقم الحروف نے شریعت کالج، اصول الدین کالج، اور حدیث کالج میں تدریس اور محاضرات کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۸۱ء سے ۸۵ء تک جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں حدیث کی مشہور اور مستند کتاب صحیح بخاری اور دوسرے علوم اسلامیہ کا درس دیتا رہا۔ دو سال سے اعزازی طور پر مدیر تعلیم کی حیثیت سے کسی نہ کسی حد تک جامعہ کے تعلیمی شعبوں کی نگرانی ہو رہی ہے۔

۸۱ء سے اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن کی حیثیت سے اہم دینی مسائل کی تحقیق کا سلسلہ قرآن وسنت کی روشنی میں جاری ہے۔

شجرہ علم حدیث

رسول اکرم حضرت محمد ﷺ

وفات	پیدائش	
۹۳ھ		(۱).....انس بن مالکؓ
۱۴۳ھ	۶۸ھ	(۲).....حمید الطویل ابن ابی حمید
۲۱۵ھ	۱۱۸ھ	(۳).....محمد بن عبد اللہ الانصاری
۲۵۶ھ	۱۹۴ھ	(۴).....محمد بن اسماعیل البخاریؒ
۳۲۰ھ	۲۳۱ھ	(۵).....محمد بن یوسف الفربری
۳۸۱ھ		(۶).....عبد اللہ بن احمد السرخسی
۴۶۷ھ	۳۷۷ھ	(۷).....عبد الرحمن بن مظفر الداودی
۵۵۳ھ	۴۵۸ھ	(۸).....عبد الاوّل بن عیسیٰ السجری
۶۳۱ھ	۵۴۶ھ	(۹).....حسین بن مبارک الزبیدی
۷۳۰ھ	ف	(۱۰).....محمد بن ابی طالب الحجار
۸۰۰ھ		(۱۱).....ابراہیم بن احمد التتوخی
۸۰۶ھ	۷۲۵ھ	(۱۱).....عبد الرحیم بن حسین العراقي
۸۵۲ھ	۷۷۷ھ	(۱۲).....احمد بن علی بن حجر العسقلانی شارح بخاری
۹۲۵ھ	ف	(۱۳).....احمد زکریا الانصاری

موصوف اپنے والد سلیمان بن یحییٰ سے براہ راست فیض یاب ہوئے ہیں۔ اس صورت میں شیخ محترم حسین بن محسن الانصاری رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم بن حسن کردی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان بجائے چھ کے پانچ واسطے رہ جاتے ہیں۔ مولانا سید نذیر حسین مرحوم اور علامہ حسین بن محسن الانصاری کے اسنادی سلسلے اوپر جا کر علامہ ابراہیم بن حسن کردی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ہو جاتے ہیں۔

⑤ یہاں شجرہ علم حدیث کے نام سے صرف صحیح بخاری کا سلسلہ سند پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حدیث کی دوسری اہم کتابوں کی سندیں علیحدہ ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ امام بخاریؒ سے آنحضور ﷺ تک سند کے بہت سے سلسلے ہیں یہاں کم سے کم رواۃ پر مشتمل سندوں میں سے ایک سند کو درج کیا گیا ہے۔

⑥ راقم الحروف نے مولانا احمد اللہ صاحب مرحوم کے علاوہ

فون: 275261
51538

اعلیٰ معیار کی ضمانت

اعلیٰ کوالٹی پائیداری میں بے مثال
زیانت اور زیبائش میں لاجواب

سٹیژن
پتلیے، موٹریں
اور
واشنگ مشینیں

تیار کردہ: سٹیژن الیکٹریکل انڈسٹریز پرائیویٹ لمیٹڈ جی بی روڈ گوجرانوالہ

- (۱۴)..... محمد بن احمد الرملی ف ۱۰۰۴ھ
- (۱۵)..... احمد بن عبدالقدوس الشناوی ف ۱۰۲۸ھ
- (۱۶)..... احمد بن محمد القشاشی ف ۱۰۷۱ھ
- (۱۷)..... ابراہیم بن حسن الکردی المدنی ۱۰۴۵ھ تا ۱۱۰۱ھ
- (۱۸)..... محمد بن ابراہیم ابوطاہر المدنی ف ۱۱۳۵ھ
- (۱۸)..... عبداللہ بن سالم البصری ف ۱۱۳۴ھ
- (۱۹)..... الشاہ ولی اللہ ۱۱۱۴ھ تا ۱۱۷۶ھ
- (۱۹)..... احمد بن محمد شریف الابدال
- (۲۰)..... الشاہ عبدالعزیز ۱۱۵۹ھ تا ۱۲۳۹ھ
- (۲۰)..... سلیمان بن یحییٰ ۱۱۹۷ھ
- (۲۱)..... الشاہ اسحاق الدہلوی ۱۲۶۲ھ
- (۲۱)..... عبدالقادر بن احمد الکوکبانی ۱۱۳۵ھ تا ۱۲۰۷ھ
- (۲۱)..... عبدالرحمن بن سلیمان ۱۱۷۹ھ تا ۱۲۷۰ھ
- (۲۲)..... السید نذیر حسین الدہلوی ۱۲۲۵ھ تا ۱۳۲۰ھ
- (۲۲)..... محمد بن علی الشوکانی مؤلف نیل الاوطار ۱۱۷۲ھ تا ۱۲۵۰ھ
- (۲۳)..... احمد بن محمد الشوکانی ف ۱۲۸۱ھ
- (۲۳)..... مولانا احمد اللہ شیخ الحدیث رحمانیہ دہلی ۱۳۶۲ھ (ہجر ۶۵ سال تقریباً)
- (۲۴)..... حسین بن محسن الانصاری ف ۱۳۲۷ھ
- (۲۴)..... عبدالغفار حسن تاریخ حصول سند حدیث ۲۰ شعبان ۱۳۵۴ھ
- توضیح: ① استاد محترم مولانا احمد اللہ صاحب مرحوم نے حدیث کا علم اپنے زمانے کے دو مشہور اساتذہ حدیث سے حاصل کیا ہے:
- (الف) مولانا سید نذیر حسین مرحوم، (ب) علامہ حسین بن محسن الانصاری مرحوم۔ اول الذکر چار واسطوں سے شیخ محترم ابراہیم بن حسن کردی کے شاگرد ہیں اور ثانی الذکر چھ واسطوں سے۔ قاضی محمد بن علی شوکانی کے صاحبزادے احمد بن محمد نے اپنے والد محترم سے بھی علم حدیث حاصل کیا ہے۔ اور علامہ عبدالرحمن بن سلیمان سے بھی۔ علامہ

مولانا عبدالرحمن صاحب نگر نہسوی مرحوم، مولانا محمد صاحب سورتی مرحوم، مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی مبارکپوری مدظلہ سے بھی حدیث کی بعض کتابیں پڑھیں ہیں۔ نیز مولانا عبدالرحمن صاحب محدث مبارکپوری شارح ترمذی سے بھی جزوی طور پر استفادے کا موقع ملا ہے۔ الحمد للہ الذی بنعمته تتم الصلحت

عاجز

عبدالغفار حسن رحمانی، عمرپوری

عزیزی صہیب حسن سلمہ بن عبدالغفار حسن

ولادت: نومبر ۱۹۴۲ء

تعلیم: میٹرک کے بعد عالم عربی، فاضل عربی، ایف اے، بی اے، ایم اے عربی کے امتحانات میں اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل کی، نیز چار سال کا عرصہ مدینہ طیبہ میں گزارا، جہاں اسلامی یونیورسٹی (شریعت کالج) سے ۶۶ء میں سند فراغت حاصل کی، اور چند سال کے بعد برمنگھم یونیورسٹی (انگلستان) سے علم حدیث اور فن جرح و تعدیل کے عنوان سے ایک مفصل مقالہ انگلش میں تحریر کرنے پر ایم اے کی سند حاصل کی۔

اساتذہ

①..... راقم الحروف سے عالم عربی اور فاضل عربی (پنجاب یونیورسٹی) کی کتب نصاب کی تعلیم حاصل کی، اور جامعہ تعلیمات کے دوسرے اساتذہ سے استفادہ کیا۔

②..... حضرت مولانا عبداللہ صاحب ویرو والوی (امر تری) مہتمم دار القرآن والحدیث سے کتب حدیث کا سبق لیا اور ان کے مدرسہ میں دو سال تعلیم حاصل کی۔

③..... مولانا عبداللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ،

ساہیوال

④..... فضیلۃ الشیخ مولانا محمد امین الشنقیطی رحمہ اللہ شیخ التفسیر جامعہ

12 تا 6 اپریل 2007ء..... (462)..... 17 ربیع الاول 1428ھ

اسلامیہ مدینہ طیبہ

⑤..... محترم مولانا المکرّم شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ

استاذ حدیث جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ

⑥..... فضیلۃ الشیخ مولانا محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ شیخ

الحدیث جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ

ان کے علاوہ مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران حسب ذیل مشائخ

عظام سے استفادے کا موقع ملا۔

(الف) فضیلۃ الشیخ مولانا حماد الانصاری استاذ توحید

جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ

(ب) سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ تعالیٰ ومعنا

اللہ بطول حیات۔ رئیس الجامعۃ الاسلامیہ

(ج) فضیلۃ الشیخ محمد عمر فلاتہ مدرس مسجد نبوی

دینی خدمات

اسلامی یونیورسٹی مدینہ طیبہ سے سند فراغت (لیسانس) حاصل کرنے کے بعد مملکت عربیہ سعودیہ کی طرف سے دعوت و تدریس کے لیے نیروبی (کینیا) میں تقرر ہوا۔ وہاں تقریباً نو سال گزارے، اس کے بعد لندن میں تقرر کر دیا گیا جہاں اب تک دعوت دین کا کام پورے تسلسل اور ذمہ داری کے ساتھ جاری ہے۔

تصنیف و تالیف

دعوت و تدریس کے ساتھ تصنیفی مشاغل بھی پورے انہماک اور پابندی کے ساتھ انجام پا رہے ہیں۔ اب تک حسب ذیل تصنیفات اور تراجم منصہ شہود پر آچکے ہیں۔

① اثبات ختم نبوت (ردّ قادیانیت) انگریزی میں

Truth about Ahmadiyyat (a refutation of

Qadiyaniat)

② قرآنی قصص کی سلسلہ و ارشاعت (انگریزی میں)

مہارت حاصل ہے۔

① عربی، ② انگلش، ③ سواحلی (دوران قیام کینیا)

توقع ہے کہ آئندہ دینی دعوت کے کام میں توسیع ہوگی، اور فکری طور پر مزید پختگی حاصل ہوگی، اور عملی تجربات سے دینی جدوجہد کے لیے نئے امکانات روشن ہوں گے۔

وبیدہ التوفیق، انشاء اللہ العزیز

.....

اجتماع برائے خواتین

مدرسہ سیدہ فاطمہ الزہراء (علیہا السلام) للبنات رجسٹرڈ محمدی کالونی گھلوں روڈ علی پور ضلع مظفر گڑھ میں اجتماع برائے خواتین ۱۵ اپریل بروز اتوار صبح ۹ تا شام ۵ بجے منعقد ہوگا۔ خواتین مقررین خطاب کریں گی۔ [ناظمہ مدرسہ ہذا]

The study of Al-Quran (Correspondence

Course): Lesson 1-20

③ محدثین کا معیار جرح و تعدیل (انگریزی میں)

Criticism of Hadith among Muslims with reference to Sunan Ibn Maja.

④ اسلام اور اشتراکیت، مؤلفہ مولانا مسعود عالم بربان اردو کا

ترجمہ عربی میں

⑤ ”مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق“ مؤلفہ ڈاکٹر اسرار احمد

صاحب کا عربی ترجمہ بعنوان (ماذا سبج علی المسلمین تجاه القرآن)

⑥ عقیدۂ طحاویہ کے متن اور ”تقدیر“ پر ایک عربی کتابچے کا انگریزی ترجمہ مع مختصر حواشی۔

1. The Muslim Creed

2. Faith in Predestination

ان کے علاوہ ماہنامہ ”صراطِ مستقیم“ میں قسط وار سفرنامہ اندلس شائع ہوتا رہا ہے۔ اردو کے علاوہ حسب ذیل زبانوں میں تقریر و تحریر کی

ضرورتِ رشتہ

بندہ گزٹڈ آفیسر اور ایک سرکاری لائبریرین ہے۔ پہلی بیوی موجود اور اس سے دو بچے بھی ہیں۔ پہلی بیوی ان پڑھ ہے۔ خواہش مند ہوں کہ ایک ایسی شریک حیات مل جائے جو گریجویٹ ہو، (ان سروس) کو ترجیح دی جائے گی۔ ذات پات کی قید نہیں ہے۔ رابطے کے لیے والدین توجہ فرمائیں۔

مہر عبدالشکور سڈھل

گورنمنٹ پبلک لائبریری گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ

فون نمبر: 0333-7681296

0302-7889872 - 047-5340406



تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دوسخوں کا آنا ضروری ہے

نگار کا، بس یوں سمجھیے کہ کتاب کا ایک ایک صفحہ ایسے خوش رنگ پھولوں کی کیاری بن گیا جن کی خوشبو سے قاری کا مشامِ جان معطر ہو جاتا ہے۔
حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق اُس جماعت مجاہدین سے تھا جو سید احمد بریلوی شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں قائم کی تھی۔ مقصد اس کا حکومت الہیہ کا قیام تھا۔ سید احمد رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے تو دوسرے بہت سے رفقاء کے ساتھ ۱۸۳۱ء میں سکھوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہادت پائی لیکن جماعت مجاہدین ان کی شہادت کے بعد بھی سالہا سال تک قائم رہی اور برصغیر پر انگریزوں کے تسلط کے خلاف اور حق کی سر بلندی کے لیے سرگرم عمل رہی۔

قیام پاکستان (اگست ۱۹۴۷ء) سے پہلے تک اس جماعت نے قبائلی علاقے (ایغستان) میں اپنا مرکز یا ٹھکانا بنا کر ہمیشہ انگریزی حکومت کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں اس جماعت کے اراکین یا ہمدرد خفیہ طور پر جماعت کی (مختلف شکلوں میں) اعانت کرتے رہتے تھے۔ انگریز اس جماعت کو اپنا خوفناک دشمن سمجھتے تھے اور اس کے اراکین یا ہمدرد افراد کو شدت پسند/ جنونی (Fanatics) قرار دیتے تھے۔ ان کو اپنی خفیہ پولیس کے ذریعے کسی رکن جماعت یا ہمدرد کا پتا چلتا تو اسے فوراً گرفتار کر کے محبوس کر دیتے اور طرح طرح کی اذیتیں دیتے۔

وزیر آباد (ضلع گوجران والا) کے ملک قادر بخش کے فرزند محمد سلطان کو (جوانیسویں صدی عیسوی کے نویں عشرے میں پیدا ہوئے اور

صوفی محمد عبداللہ (حالات، خدمات، آثار)

مصنف: مولانا محمد اسحق بھٹی

ضخامت: ۴۴۶ صفحات، مضبوط خوب صورت جلد، عمدہ کاغذ، کمپیوٹر

کی عمدہ کتابت و طباعت

قیمت: ۲۷۰ روپے

ناشر: شا کرین ۴ شیش محل روڈ، لاہور

تبصرہ نگار: طالب الہاشمی

جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، یہ بلند پایہ کتاب صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات، خدمات اور آثار کے تذکارِ جمیل پر مشتمل ہے۔ صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے پیکرِ علم و عمل، منبعِ فیض اور مستجاب الدعوات موجد بزرگ تھے جو دورِ حاضر کی ظلمت بدوش فضاؤں میں منارۂ نور کی حیثیت رکھتے تھے۔ انھوں نے ساری زندگی مختلف پیرایوں میں دین کی خدمت اور مخلوقِ خدا کی فیض رسانی میں گزاری اور ایسے علمی اور دینی کارنامے اپنی یادگار چھوڑے جو اب الابد تک ان کا نام زندہ رکھنے کو کفایت کرتے ہیں۔ حالات کی ستم ظریفی دیکھیے کہ ۱۹۷۵ء میں صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان کے نام اور تابناک کارناموں پر عمومی طور پر فراموشی کے پردے پڑتے گئے، یہاں تک کہ ان کی یاد ایک محدود دینی طبقے تک باقی رہ گئی۔ اللہ تعالیٰ مولانا محمد اسحق بھٹی کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے جانکسل محنت سے یہ کتاب لکھ کر اس خلا کو پر کر دیا۔ تذکرہ ہو درویشِ خدا مست مجاہد صوفی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور قلم ہو مولانا محمد اسحق بھٹی جیسے درویشِ منش، عظیم تذکرہ

صوفی محمد عبداللہ کے نام سے مشہور ہوئے) اللہ تعالیٰ نے فطرتِ سعید سے نوازا تھا۔ وہ عفتوانِ شباب ہی میں جماعتِ مجاہدین میں شامل ہو گئے اور ہندوستان میں جماعت کے امیر مولانا فضل الہی وزیر آبادی (م ۱۹۵۱ء) کے ہاتھ پر بیعت جہاد کر لی۔ اس کے بعد انھوں نے جہاد بالسیف کی عملی تربیت، انتہائی نامساعد حالات میں مجاہدین کی اعانت، پھر مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ”اوڈاں والا“ اور ”ماموں کانجن“ میں عظیم الشان دینی مدرسوں کے قیام کے کارنامے کس طرح انجام دیے اور زندگی کا ایک ایک لمحہ کس طرح عبادت، ذکر الہی اور خدمت دین و خلق میں گزارا، یہ سب کچھ مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے ایسے دلآویز پیرائے میں بیان کیا ہے کہ قاری کتاب کے اندر جذب ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کے ہاتھ بے اختیار صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے لیے دعائے مغفرت کے لیے اٹھ جاتے ہیں۔

فاضل مصنف وطن عزیز کے دینی حلقوں میں کسی تعارف کے

محتاج نہیں، وہ متعدد بلند پایہ کتابوں کے مصنف، ایک کہنہ مشق صحافی، ایک صاحبِ طرز تذکرہ نگار، ایک وسیع النظر عالم اور ایک وسیع المطالعہ محقق ہیں گویا اپنی ذات میں ایک انجمن یا ادارہ ہیں۔ انھوں نے نہ صرف صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے تذکارِ جمیل سے اس کتاب کے صفحات کو سجایا ہے بلکہ جماعتِ مجاہدین کے تاریخی پس منظر، اس کے بعض اہم ارکان اور صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے متعدد رفقا کے حالات بھی نہایت دلکش اسلوب میں قلم بند کر کے کتاب کی افادیت میں دوچند اضافہ کر دیا ہے۔

کتاب اوڈاں والا اور ماموں کانجن میں صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے قائم کردہ دینی مدرسوں کی رنگین عکسی تصویروں سے بھی مزین ہے۔

فاضل مصنف اور ناشرین دونوں اس معرکہ آرا کتاب کی اشاعت پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔



فتح الباری، ارشاد الساری، فیض الباری اور دیگر شروح و حواشی کی روشنی میں صحیح بخاری شریف کی تدریسی انداز میں بہترین اردو شرح

توفیق الباری _____ شرح صحیح بخاری (جلد اول)

سند و متن کی مکمل بحث و تعلیقات و متابعات کی تخریج

علمی حقائق _____ فنی دقائق

صفحات 900
قیمت 620
رمایہ 450 روپے
علاوہ ڈاک خرچ

نیز جناب شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے وقیع علمی رسالہ تراجم الابواب کو بالخصوص اردو زبان میں پہلی بار اپنے اپنے ترجمہ الباب میں سمودیا گیا ہے

قیمت 250 روپے
علاوہ ڈاک خرچ

نوٹ: بخاری شریف کے فارغ علمائے کرام اپنی سند کی نوٹو کاپی کے ساتھ بطریق الاجازۃ سلسلۃ الشیوخ کی سند سررنگی، بہترین طباعت جو آپ کی دیگر اسناد میں ایک خوب صورت اضافہ ہوگا، حاصل کریں۔

(شیخ الحدیث) مولانا عبدالحلیم جامعہ محمدیہ اوکاڑا۔ فون: 0442-524259

اہلحدیث

تکبیر ہر شخص کہہ رہا ہے!!!

خدمت اور اعتماد کا سفر

جج رجسٹریشن نمبر 3246

تکبیر حج گروپ

لائسنس نمبر 3359

تکبیر عمرہ گروپ

حج و عمرہ سروسز

بغیر قرعہ اندازی یقینی حج گروپ۔ باذن اللہ

تکبیر گروپ کو ایسے حج نور کا امتیاز حاصل ہے جسے شیوخ الحدیث، جدید علماء کرام، ممتاز تجار اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے احباب نے ہر لحاظ سے کامیاب قرار دیا اور مکمل مسنون رہنمائی، اعلیٰ خدمات اور شاندار انتظامات پر پھر پورا اعتماد اور مسرت کا اظہار کیا۔ الحمد للہ آئندہ حج گروپ اس سے بھی بہتر۔ ان شاء اللہ

○ سال ہا سال کی کامیاب روایات کا تسلسل

○ دوران عمرہ تصویریری لٹریچر سے رہنمائی

○ قریب ترین رہائش، اعلیٰ ترین سہولیات ○ پرکشش ٹیکسز، سستے نرخوں میں

○ حرمین شریفین میں آپ کا ہم زبان عملہ خدمت کیلئے ہمہ وقت حاضر

Mobile:

0300-8450426

0333-4484837

فاضل مدینہ یونیورسٹی

چینٹ ایکریٹو مولانا محمد زبیر عقیل

ٹریولز اینڈ ٹورز

ٹناور سنٹر موڈ سمن آباد لاہور

Ph: 042-7525001-2, Fax: 7537604

تکبیر



مذہبیت کے مختلف تمام مذاہب کے طرق حدیث کا ذکر
دیگر کتب حدیث سے انما حدیث صحیح بخاری کا کوالہ اور تفصیل فقہی مذاہب

فتح الباری، فیض الباری، ارشاد الساری اور بخاری شریف کی دوسری

شروح اور حواشی سے فتح الباری کے انداز میں بہترین انتخاب

سند و متن پر مکمل بحث ————— تعلیقات کی تخریج



شاہ ولی اللہ علیہ رحمہ کا قیغ علمی رسالہ تراجم ابواب پہلی

مرتبہ اردو زبان میں کتاب کے ابواب میں سمودیا گیا □

رسول پلازما میں پورا بازار فیصل آباد
Ph: 041-2640194

7351124
7230585

توفیق البکری

شرح صحیح بخاری

ترجمہ و تفسیر

شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید

تألیف

پروفیسر ڈاکٹر عبدالباقی

مکتبہ قدوسیہ غفری شریف، اردو بازار لاہور

ملنے کا پتہ

قرآنی رباعیات

①

اس میں ہے بیان و تذکرہ ہر شے کا
سرچشمہ معرفت ہے قرآن حکیم
ہے یہ بنی آدم کے لیے نور و شفا
مَنْ يَشْرَبُ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا !

②

دے حوصلہ ترکِ فضولِ دنیا
قرآن ہے عنصر المعارف ، خالد
فانی کو بنائے محرمِ رازِ بقا
يَشْفِيكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ فِيكَ !

③

اس میں نہیں سجع و زمزمہ کاہن کا
قرآن کا حرف حرف ہے لا تبدیل
مزمورِ مغنی ہے نہ شاعر کی نوا
الفاظ میں بندوں سے مخاطب ہے خدا !

④

جس سینے میں قرآن نہیں ویرانہ ہے
جو دل کے نہیں تار بدن کے چھیڑے
آسیب کا گھر ہے شر کا کاشانہ ہے
خالد وہ حقیقت نہیں افسانہ ہے !

⑤

يَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ ، فَهَلْ
اسلام ہے کیا ؟ یقین و تسلیم و رضا
مَنْ مَّدَكَرُ ؟ اے قومِ رسولِ مرسل !
ایمان ہے کیا ؟ معرفت و قول و عمل !

⑥

سب ثابت و سیار ، پے ہرزہ مر
قرآن کی آتی ہے قسم یاد : فلا
..... جنات و شیاطین ، کریں کارِ عس
أَقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَّارِ الْكُنَّسِ !